وقت کا صحیح استعمال

مصطفی محمد طحان

ترجمہ

عبدالحمید اطہر ندوی بھٹکلی



وقت کا صحیح استعمال

تالیف : مصطفی محمد طحان

ترجمہ : عبدالحمید اطہر ندوی بھٹکلی

ناشر

ہلال پبلی کیشنز دہلی

نام کتاب : ادارۃ الوقت
تصنیف : مصطفیٰ محمد طحان
ترجمہ : عبدالحمید اطہر ندوی بھٹکلی
اردو نام : وقت کا صحیح استعمال
باراول : مئی ۲۰۰۴ء مطابق ربیع الاول ۱۴۲۵ھ
تعداد :
قیمت :

فہرست مضامین

وقت کا صحیح استعمال

عرض مترجم

وقت کسی نہ کسی طرح گزر ہی جاتا ہے، اس میں جمود اور ٹھہراؤ نہیں ہے، وقت اللہ کی عطا کردہ نعمتوں میں سے بہت بڑی نعمت ہے، قیامت کے دن اس کے بارے میں بھی سوال کیا جائے گا کہ تم نے اپنی عمر کہاں لگائی؟ اس نعمت کا کیسے استعمال کیا؟ اس کو صحیح استعمال کرنا ہی شکران نعمت ہے وقت ہر حال میں گزر جائے گا، اب ہمیں فیصلہ کرنا ہے کہ اس کو ہمارے لیے سودمند بنانا ہے یا نقصان دہ، کیونکہ وقت غیر جانبدار ہو کر کھڑا نہیں رہتا بلکہ وہ یا تو ہمارا سخت دشمن ہے یا بہت ہی جگری دوست، اسی لیے ہمیں سوچنا چاہیے کہ ہم اپنے وقت کو کیسے منظم اور مرتب کریں؟ ہم اپنے وقت کو کیسے قیمتی اور مفید بنائیں؟ اس کو ہم اپنی ذات، معاشرہ، قوم اور امت کے مفاد میں کس طرح استعمال کریں؟

استاذ مصطفی محمد طحان صاحب نے ان ہی سوالوں کا جواب اپنی اس کتاب میں دیا ہے، اللہ تعالی ہی کا لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے کہ اس کی ذات بے ہمتا نے مجھے اس کتاب کو اردو میں منتقل کرنے کی سعادت بخشی، میرے ساتھی اور دوست محمد عمیر خلیفہ ندوی اور محمد جعفر فقی بھاؤ ندوی (استاذ جامعہ اسلامیہ بھٹکل) کا بیحد مشکور اور ممنون ہوں کہ انہوں نے اپنی مصروفیات کے باوجود اس ترجمہ پر نظر ثانی کی ہے۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کے نفع کو زیادہ سے زیادہ عام فرمائے اور مصنف مترجم، ناشر اور اس میں کسی بھی طرح تعاون کرنے والوں کو بہترین اجر عطا فرمائے۔

۱/۵/۲۰۰۴ء

عبدالحمید اطہر ندوی بھٹکلی

بھٹکل سینڈو حلوا، چوک بازار بھٹکل، کرناٹکا

پیش لفظ

وقت کا استعمال

یہ کتاب انتظامی افکار ونظریات میں ہم آہنگی پیدا کرنے والی سلسلہ وار کتابوں کی ایک کڑی ہے، اگر یہ کتاب آج نئے پیرہن میں نظر آرہی ہے تو اس کی ابتداء کا تعلق ہزارہ دوم کی آٹھویں دہائی کے ابتدائی سالوں سے ہے، میں نیو دہلی کے راستہ کویت کا سفر کر رہا تھا، میری فلائٹ کی پرواز میں ابھی چند گھنٹے باقی تھے، اس طرح کے موقعوں پر میری عادت ہے کہ میں بک اسٹال میں کتابیں دیکھتا ہوں، اس وقت میرے ہاتھ یم آربائی کی وقت کے استعمال سے متعلق کتاب لگی، مجھے اس کتاب کی اہمیت کا احساس ہوا اور کتاب کے موضوع نے میری توجہ اپنی طرف کھینچ لی، کتاب میری عکاسی کر رہی تھی کیونکہ میں وقت کا بہت پابند ہوں، اس کو منظم کرنے اور اس کو بہترین انداز میں استعمال کرنے پر بہت زیادہ توجہ دیتا ہوں، اگر میرے متعین کردہ پروگراموں کے نفاذ میں میری طرف سے کوتاہی ہوتی ہے یا بلا وجہ کسی کام میں مشغول ہوتا ہوں جس کی وجہ سے میرا وقت ضائع ہوتا ہے تو میں اپنے آپ کو معاف نہیں کرتا، اس کتاب میں جو بھی افکار ونظریات پیش کیے گئے تھے ان سبھوں کو میں اپنی زندگی میں منطبق کر رہا تھا۔

اگر میری درسی کتابوں کو دیکھا جائے تو کتاب کے حاشیہ پر جا بجا نوٹ نظر آئیں گے، کسی صفحہ پر لکھا ہو گا صبح دس بجے تو دوسرے صفحہ پر صبح گیارہ بجے، اسی طرح

ہر جگہ نظر آئے گا، میرے اوقات گھنٹوں کے اعتبار سے مرتب رہتے ہیں۔

جب میں نے اپنی کتاب ''فی التدریب التربوی'' ترتیب دی جو میرے متعدد مقالوں کا مجموعہ ہے اور اس کو طلباء تنظیموں کے سامنے پیش کیا تو میں نے وقت کے استعمال سے متعلق بھی ایک فصل اس میں شامل کردی، اس میں میں نے اپنے ذاتی سلوک اور نئی دہلی کے ائیر پورٹ پر لی کتاب سے استفادہ کیا، اور اس میں میں نے بعض ان معانی کا بھی اضافہ کیا جن کو میں نے طلباء کے کیمپوں میں محسوس کیے تھے کہ اجلاس کئی کئی گھنٹوں تک اپنے وقت مقررہ سے کیوں تاخیر سے شروع ہوتا ہے، بلکہ کبھی پورا دن مؤخر ہو جاتا ہے، حالانکہ ان کیمپوں کا اصل مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کو نظام کی پابندی اور اوقات کے صحیح استعمال کی تعلیم دی جائے۔

میں اپنے دل سے سوال کرتا ہوں کہ طلباء اس کو کیسے سمجھ سکتے ہیں جب کہ ان کے قائدین ہی اس کی پابندی نہیں کرتے ؟؟

آج اگر کسی عالمی ائیر پورٹ پر رکنے کا موقع ملتا ہے تو دسیوں کتابیں وقت کے صحیح استعمال سے متعلق ملتی ہیں لیکن جس موضوع پر میں نے اپنی کتاب ''فی التدریب التربوی'' میں مقالہ شامل کیا تھا وہ موضوع کم از کم مسلم طلباء تنظیموں کے لیے اس وقت تک نیا تھا، دسیوں ملکوں میں ہمارے ساتھی مجھ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ میں اسی موضوع ''وقت کے استعمال'' پر محاضرہ دوں، جہاں تک مجھے یاد ہے کہ میں نے اس موضوع پر محاضرہ سب سے پہلے اٹلی کی طلباء تنظیم ''اتحاد الطلبة المسلمين'' کے کیمپ میں دیا تھا۔

اس مقالہ کو فاضل پروفیسر استاذ فیصل مولوی نے پڑھا تو وہ اس کو الگ کتاب میں شائع کرنے پر اصرار کرنے لگے، لیکن بعض اسباب کی بنیاد پر شائع نہیں ہوسکا، اسی طرح ہمارے شیخ نے بھی درخواست کی، مناسب وقت کا انتظار تھا، آج ہم لوگوں نے پوری دنیا کی طلباء تنظیموں کے درمیان ہوتی، سیاسی، انتظامی اور تربیتی نظریات میں ہم آہنگی پیدا کرنے کا بیڑہ اٹھایا ہے، یہیں سے اس کتاب کی اشاعت کی سوچ پیدا ہوئی، اور میں نے مقالہ پر نظر ثانی شروع کی۔

ہمارے ساتھ نظریات میں ہم آہنگی کے کام میں شریک بعض ساتھیوں نے اس موضوع پر مزید مواد فراہم کیا اور منصوبہ بندی کے موضوع پر بھی تفصیل اور گہرائی کے ساتھ لکھا، چونکہ وقت مال سے زیادہ قیمتی ہے، اس لیے اس کی منصوبہ بندی کرنا ضروری ہے، سب سے پہلے ہم سالانہ منصوبہ بنائیں جس میں ان اہم مسائل کو شامل کریں جن کی انجام دہی ضروری ہے، پھر ہم اور زیادہ تفصیلی ماہانہ منصوبہ بنائیں اور اس میں سال کے تمام کاموں کو تقسیم کریں اور ہر ہفتہ کا منصوبہ مکمل ہونے سے پہلے دوسرے ہفتہ میں داخل نہ ہوں بلکہ ہر ہفتہ کا کام اسی ہفتہ میں پایہ تکمیل تک پہونچائیں۔

اس طرح یہ کتاب اپنے قدیم اور جدید مواد پر مشتمل دنیا کے کونہ کونہ میں پائے جانے والے ہمارے طلباء کے سامنے نئے پیرہن میں پیش کرنے کے لائق ہوگئی ہے، اس پر اللہ رب العزت ہی کا شکر ہے۔

مصطفی محمد طحان

اتحاد المنظمات الطلابیۃ

مقدمہ

از: ڈاکٹر محمد یحیی

یونیورسٹی میں پڑھاتے ۲۵ سال سے زائد ہوگئے، میں یہاں کی دیواروں پر پوسٹرس دیکھتا ہوں جن میں لڑکیوں کو پردہ اور حجاب کی دعوت دی جاتی ہے، میں اپنے آس پاس طالبات کو دیکھتا ہوں تو ان سبھوں کو اسلامی لباس زیب تن کیے پاتا ہوں، میں اپنے دل سے سوال کرتا ہوں کہ کیا اس کے علاوہ بھی دوسری اسلامی قدریں نہیں ہیں جن کو عام کرنے کی ہمیں ضرورت ہو، تاکہ ہمارے معاشرے اپنی مشکلات سے آزاد ہو جائیں، کیا یہ قدریں اس بات کی مستحق نہیں ہیں کہ ان کے پوسٹرس تیار کیے جائیں اور نوجوانوں کو ان اقدار کو اپنانے کی دعوت دی جائے ؟؟

میں نے اپنی عمر کا ایک حصہ مغرب میں پڑھاتے اور اپنے فرائض انجام دیتے گزاری ہے، میں اپنے دل میں سوچتا رہتا کہ ان کو ہم سے ممتاز کرنے والی سب سے اہم چیزیں کون سی ہیں، مجھے صرف دو چیزیں نظر آتی ہیں:

☆ انسان کی قدر و قیمت ☆ وقت کی قدر و قیمت

میں نے بہت سے لوگوں سے ملاقات کی ہے، میں نے کسی ایسے شخص کو

کامیاب نہیں دیکھا جو اپنے وقت کو ضائع ہونے کا موقع دیتا ہے، مجھے صرف دو اشخاص ایسے ملے جنہوں نے اپنے وقت کا بہترین استعمال کر کے مجھے تعجب میں ڈال دیا، ایک انیس منصور، دوسرے مصطفی طحان۔

مجھے وہ دن یاد ہے جب میں انیس منصور کے ساتھ ایک ہوٹل کے صحن میں بیٹھا ہوا تھا، اسی دن اسرائیل نے اپنا پہلا مصنوعی جاسوسی سیارہ خلا میں چھوڑا تھا، ہم تہذیبی کشمکش کے بارے میں سوچ رہے تھے اور تبادلہ خیال کر رہے تھے، گفتگو وقت کی اہمیت پر چل پڑی، انیس منصور نے اپنی عادت مستمرہ کے بارے میں بتایا کہ وہ صبح چار بجے جاگتے ہیں اور ان لوگوں کے بیدار ہونے سے پہلے صبح سویرے مسلسل تصنیفی کام کرتے ہیں جو صرف اپنے اوقات کو ضائع کرنے پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ دوسروں کا بھی وقت ضائع کرنے کے خواہش مند رہتے ہیں، پھر یہ کہتے ہوئے انہوں نے میری طرف دیکھا کہ اس طرح میں ایک سو سے زائد شہرۂ آفاق کتابوں کی تصنیف میں کامیاب ہو گیا، یہ ان کا انفرادی کام ہے، لیکن یہ طریقہ کار معاشرتی کام کرنے والوں کے لیے ہم جیسے معاشروں میں مناسب نہیں ہے جہاں اکثر لوگ وقت کی قیمت نہیں جانتے۔

اس کتاب میں ہم ایک ایسے آدمی کے طریقہ کار سے واقف ہو رہے ہیں جس کو اپنے معاشرتی کاموں کے ساتھ جو اس کی فطرت ثانیہ بن چکے ہیں اپنے وقت کی قیمت میں اضافہ کرنے کی کوشش سے بھی واسطہ ہے، انہوں نے اپنی زندگی کو دنیا کے اکثر ممالک طاجکستان، ہندوستان، آسٹریلیا، سری لنکا، فلپائن، ایران، نائیجیریا،

چاڈ، مالی، گھانا، برازیل، ائیر لینڈ، ہولینڈ، ترکی، سعودیہ اور کویت وغیرہ ملکوں میں مسلم نوجوانوں کے ساتھ گزارنے کے لیے وقف کر دیا ہے، جب بھی تمہاری اس سے ملاقات ہوگی اس کو خندہ پیشانی سے ملاقات کرتے پاؤ گے، وہ تمہارا نام اور پتہ نوٹ کر لے گا، پھر جب وہ اپنے طویل سفر سے وطن لوٹے گا تو تم کو خط ضرور لکھے گا جس کے ساتھ اس کی قیمتی تالیفات میں سے کوئی نہ کوئی کتاب ضرور ہوگی۔

اگر انیس منصور نے پوری دنیا کا سفر ۲۰۰ گھنٹوں میں طے کیا ہے تو طحان صاحب چالیس سال سے دنیا میں گھوم رہے ہیں، وہ لوگوں سے ملاقات کرتے ہیں، تعارف کراتے ہیں، محاضرہ دیتے ہیں اور ان تمام کاموں کے ساتھ کتابوں کی تصنیف کا بھی کام کرتے ہیں، کسی شخص کو یہ تمام کام انجام دینا اسی وقت ممکن ہے جب وہ وقت کی قدر و قیمت اور اس سے استفادہ کا طریقہ کا رجان لے، اس کے ساتھ اخلاص بھی ضروری ہے تاکہ ان کاموں پر اللہ کی طرف سے اس کو اجر عظیم عطا ہو۔

یہ بڑی اچھی بات ہے کہ طحان صاحب نے اسلامی کتب خانہ میں وقت کے انتظام کے موضوع پر ایک بہترین کتاب کا اضافہ کیا ہے، یہ کتاب اسلامی نقطہ نظر سے لکھی گئی ہے جو اسلامی تحریکات سے وابستہ متحرک نوجوانوں کو اپنی طرف متوجہ کرے گی، امید ہے کہ وہ اس بات کا یقین کر لیں گے کہ ہمارا دین اسلام وقت کی قیمت پہچاننے کی دعوت دیتا ہے، اس یقین کے بعد وہ ایسے پوسٹرس تیار کریں گے، بیانات ترتیب دیں گے اور مقالات لکھیں گے جن میں نوجوانوں کو لایعنی اور غیر مفید کاموں میں اپنے اوقات کو ضائع نہ کرنے کی دعوت دی گئی ہو، ان میں وہ رسول اللہ ﷺ

کی احادیث، صحابہ، سلف صالحین اور علماء کرام کے اقوال کا حوالہ دیں گے، حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی بات کتنی اچھی ہے، وہ فرماتے ہیں: ''اے ابن آدم! تو چند دنوں کا مجموعہ ہے، جب ایک دن گزر جاتا ہے تو تیرے جسم کا ایک حصہ چلا جاتا ہے''۔

میں تو ان کتابوں پر مقدمہ لکھنے کا عادی ہوں جو ہمارے مکتبہ سے شائع ہوتی ہیں لیکن آج طحان صاحب نے ان کلمات کو لکھنے کی دعوت دے کر مجھے عزت بخشی ہے

قاہرہ ۲۰۰۳/۱۰/۹

پہلا باب

کاموں کو وہی شخص انجام دیتا ہے جو مشغول رہتا ہے

ایک شام میں برادر ڈاکٹر محمود ابوسعود رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر سن رہا تھا، وہ امام حسن البنا شہید کی یادوں کا تذکرہ کر رہے تھے، امام نے ان سے کہا: جاؤ، فلاں سے ملاقات کرو اور اس سے کہو کہ شیخ حسن البنا تم سے فلاں مسئلہ کے بارے میں رائے معلوم کرنا چاہتے ہیں، راستہ میں فلاں کے پاس جاؤ اور اس کو یاد دلاؤ کہ فلاں کام انجام دینے کے لیے ہماری بات ہوئی تھی، اور فلاں بھائی کے مسئلہ میں ذمہ داروں سے ملاقات کرنا نہ بھولنا جس نے ہم سے تعاون طلب کیا ہے۔

ابوسعود کہتے ہیں کہ میں اپنے کاموں سے امام کو مطلع کرنے کے لیے مرکزی دفتر پہنچ ہی نہیں پاتا کہ دوسرے بہت سے کام حاضر رہتے، فلاں سے رابطہ کرو، فلاں کام کرو، فلاں کام انجام دو، فلاں کام جلدی سے کرو، میں نے ایک دن بڑی تھکاوٹ کے بعد کہا: ناظم اعلیٰ! آپ ان میں سے کچھ کام دوسروں کے حوالہ کیوں نہیں کرتے؟ شیخ نے صرف ایک جملہ کہا جو ہمارے موضوع کی جان ہے، انہوں نے کہا: محمود! کاموں کو وہی شخص انجام دیتا ہے جو مشغول رہتا ہے۔

وقت کی فراوانی

بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس وقت نہیں ہے، میری خواہش ہے

کہ دن ۴۸ گھنٹوں کا ہو جائے، کام بہت زیادہ ہیں اوران کو پورا کرنے کے لیے دن کے اوقات کافی نہیں ہوتے، جی ہاں! ان باتوں میں حقیقت ہوسکتی ہے لیکن یہ باتیں صحیح نہیں ہیں۔

اگر مغربی ماہرینِ معاشیات اپنے نظریات کی اور ندرت کی بنیاد پر قائم کرتے ہیں تو ہم مسلمان کہتے ہیں کہ ہر چیز میں فراوانی ہے، رزق میں، وقت میں اور دنیا کی ہر چیز میں۔

اللہ تبارک وتعالی نے زمین، انسان اور زندگی کو پیدا کیا اوران کے درمیان توازن بھی قائم کیا تا کہ زندگی چلتی رہے اور وہ تعطل کا شکار نہ ہو،مگر یہ کہ خودانسان ہی توازن کو بگاڑنے کا کام کرے تو اس کے برے نتائج سامنے آئیں گے، اگر انسان اللہ کی طرف سے عطا کردہ صحیح راستہ پر قائم رہیں تو تمام امور قانون فطرت کے مطابق انجام پائیں گے، جو زندگی میں توازن قائم رکھتا ہے اور تمام بنی نوع انسانی کے لیے خوشی اور سعادت کا باعث بنتا ہے۔

انسان کے پاس اپنے تمام کاموں کی انجام دہی کے لیے کافی وقت رہتا ہے، لیکن اس وقت کو منظم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، اگر وہ وقت کو منظم نہیں کرتا تو کام انجام نہ پانے کا وہی خود ذمہ دار ہے، نہ کہ وقت کی تنگ دامانی جیسا کہ بہت سے لوگ کہتے ہیں۔

اسلام اوقات کو کیسے منظم کرتا ہے؟

اگر کوئی مسلمانوں کی زندگی پر غور کرے گا تو وقت کے میدان میں اس کو

بڑی عجیب وغریب باتیں نظر آئیں گی۔

کیونکہ مسلمان کو متعین وقت پر جاگنا ضروری ہے، پانچ وقت کی نماز پڑھنا لازمی ہے، اس کے بعد دوسرے اوقات میں وہ اپنے کاموں میں مشغول ہو جاتا ہے (اپنے دین کی سمجھ رکھنے والا مسلمان کبھی بھی بیکار نہیں رہ سکتا) متعین وقت پر وہ کھانا کھاتا ہے، اور کچھ وقت اپنے رہنے والے معاشرہ کی خدمت اور اپنی ذمہ داریوں کو انجام دینے کے لیے خاص کرتا ہے، ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ہر مسلمان پر صدقہ کرنا ضروری ہے، صحابہ نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! اگر اس کے پاس کچھ نہ ہو تو؟ آپ نے فرمایا: وہ محنت کرے اور خود اپنی ذات کو فائدہ پہونچائے اور صدقہ کرے (یعنی یہی اس کے لیے صدقہ ہے) صحابہ نے دریافت کیا: اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو یا یہ بھی نہ کرے تو؟ آپ نے فرمایا: ضرورت مند کی مدد کرے، صحابہ نے کہا: اگر یہ بھی نہ کرے تو؟ آپ نے فرمایا: بھلائی کا حکم دے، صحابہ نے پھر دریافت کیا: یہ بھی نہ کرے تو؟ آپ نے فرمایا: برائی سے باز آئے، یہ بھی صدقہ ہے"۔ (بخاری ومسلم)

تم مال خرچ کرتے ہو تا کہ معاشرہ اپنی ذمہ داری ادا کرے، تم محنت صرف کرتے ہو تا کہ کسی انسان کی ضرورت پورا ہو یا اس کے کام میں تعاون ہو، نیکی کا حکم کرنے میں وقت خرچ کرتے ہو، اور خیر میں منکر سے رکنے اور شر سے باز آنے کے لیے بھلائی اور خیر خواہی کرتے ہو۔

یہ تمام چیزیں ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے۔

وقت کے اسرار و رموز

اگر معاملہ یہی ہے اور اسلام کے نزدیک وقت کی یہ اہمیت ہے تو اصلاحی تحریکات، اسلامی جماعتوں، طلباء فیڈریشنوں اور حالات میں بہتر تبدیلی لانے اور اپنی پستی کے خول سے باہر آنے پر توجہ دینے والی ہر تنظیم کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے معاملات پر از سر نو غور کرے، اپنے اہم اور پہلے انجام دینے والے کاموں کو متعین کرے اور وقت کو اپنی طاقت کے اہم مصادر و ذرائع میں شمار کرے۔

لیکن وقت کو منظم کرنے کا طریقہ کار کیا ہے:

''وقت کو اچھے انداز میں منظم کرنے کے لیے تین چیزوں کا سمجھنا ضروری ہے:
☆ وقت کی قدر و قیمت
☆ وقت کی منصوبہ بندی
☆ اور اس پر توجہ'' (۱)

کاموں کو وہی شخص انجام دیتا ہے جو مشغول رہتا ہے

(۱) تنظیم الوقت ۔ تالیف: ہیم آرہائی

دوسرا باب

وقت ہی زندگی ہے

جس طرح زندگی کی قیمت کا اندازہ کرنا اس سے فائدہ اٹھانے کے لیے ضروری ہے اسی طرح وقت کی قدر قیمت کو جاننا بھی اس سے فائدہ اٹھانے کا پہلا قدم ہے۔

کاموں میں مشغول شخص جو اپنے وقت کو صحیح استعمال کرنے کا حریص رہتا ہے اور اپنی ڈائری میں کام کے اوقات کو تحریر کرتا ہے وہی کہہ سکتا ہے کہ آج فلاں وقت یہ کام ہے، کل فلاں وقت یہ کام ہے، گذشتہ مہینہ فلاں وقت میں نے یہ کام کیا، آئندہ سال اس دن یہ کام کروں گا، یہ اپنے وقت کے صحیح استعمال کرنے کے حریص اور منظم آدمی کے لیے ہی ممکن ہے، کیونکہ وقت کی حیثیت اور اہمیت اس کے نزدیک تجارت، کمائی اور مال کی طرح ہوتی ہے۔

اس کے پاس وقت منٹوں کے اعتبار سے متعین رہتا ہے، اور اس کا التزام وہ فرض سمجھتا ہے، اگر اس کا التزام نہیں کرتا تو وہ فہم و ادراک رکھنے والا مسلمان نہیں ہے، ﴿ان الصلاة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا﴾ (النساء آیت ۱۰۳) "نماز مسلمانوں پر وقت مقررہ پر فرض ہے"۔

وقت اس کے نزدیک تجارت، کمائی اور مال ہی نہیں ہے بلکہ اس کے نزدیک وقت عین زندگی ہے، اور ایمان کے سایہ میں زندگی نعمت ہے، بلکہ وہ عظیم نعمت

ہے جواللہ تعالی نے انسان کوعطا کی ہے۔

اللہ تعالی فرماتا ہے ﴿أومن كان ميتاً فأحييناه وجعلنا له نوراً يمشي به في الناس كمن مثله في الظلمات ليس بخارج منها﴾ (الانعام ۱۲۳)

''کیاوہ شخص جومرا ہوا تھاتو ہم نے اس کوزندگی دی اور ہم نے اس کونور دیا جس (کی روشنی میں) وہ لوگوں کے درمیان چلتا ہے اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جوتاریکیوں میں ہے اور وہ اس سے نکل نہیں سکتا''۔

یہ عقیدہ دل میں پژمردگی کے بعد زندگی پیدا کرتا ہے اور تاریکیوں کے بعد نورعطا کرتا ہے، ایسی زندگی جس سے ہر چیز کا صحیح ذوق بتصور اور اندازہ دوسری حس میں تبدیل ہوجاتا ہے جس کووہ اس زندگی سے پہلے جانتا نہیں تھا، اور ایسی روشنی جس کی کرنوں میں ہر چیز نئی نظر آتی ہے۔

زندگی کی اس نوع کی حفاظت کے لیے وقت پر توجہ دیناضروری ہے جوفانی انسان کوقدیم وازلی اور ہمیشہ رہنے والی ذات سے مربوط کرتی ہے پھراس کو دنیا اور ظاہری زندگی سے مربوط کرتی ہے، اس کے بعد ایمان اور زمانہ کی جڑوں میں پھیلی ہوئی اور زمانہ کے مدار سے ملی ہوئی ایک ہی امت کے قافلہ سے ملادیتی ہے، وہ زندگی اور نعمت ہے، جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر صبح اللہ کا شکر ادا کرنے کی وصیت کی ہے، چنانچہ ہم کہتے ہیں: "الحمد لله الذي أحيانا بعد ما أماتنا وإليه النشور"

''اللہ ہی کی تعریف ہے جس نے ہم کوموت کے بعد زندگی عطا کی''۔

تاریخ اسلامی کے مصلحین اور مجددین جنھوں نے امت کوغفلت سے

بیدار کیا کے تمام کاموں کا خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی نبض کو زندگی کے نبض کے ساتھ ملا دیا تھا، ان کے بیدار ہونے کی وجہ سے زندگی بھی بیدار ہوگئی تھی، ہم نے معاصر داعیان دین کی سیرت میں پڑھا ہے کہ وہ کیسے دن رات محنت اور جہد مسلسل کرتے تھے، اسی طریقہ سے انہوں نے ایک ساتھ تدریس وتعلیم اور دعوت وامت کی قیادت کا کام انجام دیا۔

امام حسن البنا اپنی دس وصیتوں میں فرماتے ہیں:

☆ قرآن کی تلاوت کرو یا کسی کتاب کا مطالعہ کرو یا کچھ سنو، بہر حال اپنے وقت کا کوئی حصہ بے فائدہ صرف نہ کرو۔

☆ ذمہ داریاں اوقات سے زیادہ ہیں، دوسروں کے ساتھ ان کے وقت سے فائدہ اٹھانے کے لیے تعاون کرو، اگر تمہارے پاس کوئی کام ہو تو اس کو کم سے کم وقت میں پورا کرو۔

وقت ان جیسے لوگوں کے نزدیک عین زندگی ہوتی ہے۔

قوموں کی ترقی کا میزان

وقت کی پابندی اور زمانہ کی قیمت کا اندازہ کرنا قوموں کی ترقی یا پستی کا اہم عنصر ہے:

☆ جب تم کسی ایسی قوم کو دیکھو گے جس کے نوجوان اور بوڑھے راستوں پر یا چائے خانوں میں بے مقصد پھر رہے ہیں، وہ جانتے نہیں کہ وہ کیوں پیدا کیے گئے ہیں، وہ کیا کر رہے ہیں، جب ان کو بھوک ستاتی ہے تو وہ جہاں کھانا ملتا ہے چلے جاتے ہیں، ان کے دن ورات اور صبح وشام میں کوئی فرق نہیں، وہ اپنا کوئی مقصد نہیں جانتے، وہ زمانہ میں

دربدر بھٹکتے رہتے ہیں، ایسے لوگ تم سے کہہ نہیں سکتے کہ ہم یہاں کیوں ہیں یا وہاں کیوں۔
جب تمہاری نظر ایسی قوم پر پڑے تو جان لو کہ یہ مردار قوم ہے، اس میں کوئی زندگی نہیں، یہ بدحالوں کی قوم ہے جن کے بارے میں شاعر نے کہا ہے:

وارحمناه للبائسين فانهم　　　　موتى ونحسبهم من الأحياء

ان بیچاروں پر رحم کھاؤ، یہ مرے ہوئے لوگ ہیں اور ہم ان کو زندوں میں شمار کرتے ہیں

☆ جب میں بعض غریب ملکوں میں گیا تو مجھے وہاں کے باشندے ایسے ہی ملے، تحقیق اور غور وفکر کے بعد معلوم ہوا کہ استعمار نے ان پر اور ان ملکوں پر ایک طویل مدت تک حکومت کی ہے، استعمار ہی نے ان میں ''توکل'' یعنی ایک دوسرے پر بھروسہ کی بیماری پیدا کی ہے اور ان کو حقیقت سے نکال کر صورت میں تبدیل کر دیا ہے، ان کی زندگی کا مقصد یہی ہے کہ وہ کھائیں اور مال بڑھائیں، اس سے بھی آگے بڑھ کر اگر ان کو ظالم استعمار کسی کام کا مکلّف کرتا ہے تو وہ اس کو اس مشین کی طرح انجام دیتے ہیں جو اپنے مقصد اور ہدف سے واقف نہیں رہتی بلکہ وہ آپریٹر کے چلانے کے مطابق چلتی ہے، اس بدترین طریقہ کار کے ذریعہ استعمار ان کو سلانے میں کامیاب ہوگیا، وہ ان ملکوں پر قابض ہے، ان کے خزانوں کو لوٹ رہا ہے، ان کی پیداوار کو اینٹھ رہا ہے، ان کی عقلوں کو معطل کر رہا ہے اور ان کے طریقہ زندگی کو منجمد کر رہا ہے، یہ لوگ جو استعمار چاہتا ہے پہنتے ہیں، اس کے راستہ پر چلتے ہیں اور ان ہی کے فراہم کردہ اقدار و قیم کی تعریف کرتے ہیں کہ استعمار ہی کی بدولت یہ سب کچھ ہمارے لیے مسخر ہیں اور ان کی زندگی کے کام آسان ہوگئے ہیں۔

جب میں بعض ملکوں کے پناہ گزین کیمپوں میں گیا تو میں نے وہاں کیا دیکھا؟
میں نے پناہ گزینوں کو اپنے کیمپوں اور خیموں میں موت کا انتظار کرتے دیکھا، میں نے ان کو ہموار سرزمین پر بیکار پڑے ہوئے دیکھا نہر نیل ان سے قریب ہی ہے، میں نے اپنے دل میں کہا: اگر یہ لوگ ذرا بھی حرکت کریں اور اپنی تمام جہالت اور وسائل کی کمی کے باوجود نہر نیل سے تھوڑا سا پانی نکال کر اس زمین پر ڈال دیں جس کی مسافت دس میٹر مربع سے بھی زیادہ نہیں ہے اور کچھ اگانے کی کوشش کریں تو یہ لوگ بھوک سے نہیں مریں گے، اگر حکومت ہی ان لوگوں کو کیمپوں میں بیکار بٹھا کر دوسری قوموں سے ان کے نام پر بھیک مانگنے کے بجائے انتاج اور پیداوار کی طرف ان کی رہنمائی کرے تو یہ زمین میں کچھ نہ کچھ اگا کر کھا سکتے ہیں، اگر ان لوگوں میں اسلامی شعور و احساس ہوتا تو یوں بیکار بیٹھ کر موت کے انتظار پر راضی نہیں ہوتے، کاش وہ ان ہی جیسے ایک صحابی کو نبی کریم ﷺ کی طرف سے دی گئی رہنمائی کو یاد کرتے: "اگر تم میں سے کوئی رسیاں لے اور پہاڑ پر جا کر لکڑیاں چنے یہ اس کے لیے بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے، لوگ اس کو دیں یا منع کریں"، اور وہ خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات سمجھتے، آپ نے فرمایا: میں کسی آدمی کو دیکھتا ہوں تو مجھے پسند آتا ہے لیکن جب مجھے بتایا جاتا ہے کہ وہ کوئی کام نہیں کرتا تو وہ میری نگاہوں سے گر جاتا ہے۔

☆ رقبہ اور آبادی کے اعتبار سے بعض چھوٹے یورپی ملکوں نے اپنے باشندوں کی بلند ہمتی کی وجہ سے وسائل کی کمی کے باوجود انتاج و پیداوار اور نت نئی چیزوں کے

ایجاد میں کامیابی حاصل کی ہے، انہوں نے اپنی سرزمین میں غلہ اگایا، جب زمین تنگ ہوگئی تو انہوں نے سمندروں کو پاٹ کر کھیتی کی اور دوسرے ملکوں کو درآمد کیا، انہوں نے صنعتیں اور ہتھیار بنائے اور عالمی بازاروں میں دوسروں کا مقابلہ کیا۔

کیا کوئی یہ گمان کرسکتا ہے کہ انہوں نے اپنا وقت ضائع کیا اور اپنی زندگی بیکار گزار دی؟؟ یا انہوں نے اپنی تجارت اور کاموں کا احترام کیا، اپنے اوقات کا احترام کیا تو وہ چھا گئے اور انہوں نے ترقی کی؟؟

ترقی تہذیبی اور ثقافتی خواہش کا نام ہے، جو اس خواہش اور ارادہ کا مالک ہوتا ہے وہ ترقی کرتا ہے، استعمار کسی ایسے علاقہ پر قبضہ کرہی نہیں سکتا جہاں کے باشندے اس کو قبول نہ کرتے ہوں، اس کی بہت سی مثالیں ہیں، کتنی ہی بڑی حکومتیں ہیں جنہوں نے چھوٹے ملکوں پر قبضہ کیا، لیکن جب وہاں کے باشندوں نے ان حکومتوں کو ٹھکرا دیا تو وہ اپنا قبضہ باقی نہیں رکھ سکے اور راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہوگئے۔

کوئی بھی قوم دوسری قوم کو پستی اور تخلف کے غار میں دھکیل نہیں سکتی چاہے وہ اس کا بائیکاٹ کرے اور اپنی مصنوعات وہاں درآمد کرنا یا وہاں کی مصنوعات اپنے یہاں برآمد کرنا بند ہی کیوں نہ کرے، کیونکہ قوم کا جذبہ ہر بائیکاٹ کا بدل ہوتا ہے۔

ظالم حکومت، بدترین منصوبے اور پروگرام، درآمد مناہج تعلیم، نوجوانوں کا قتل وخون، لوگوں کی جلاوطنی اور اس کے علاوہ ذہن میں آنے والی ہر قسم کی ظلم وزیادتی اور جور وستم کسی بھی قوم کو تباہ وبرباد نہیں کرسکتی یا پستی وزوال کے قافلہ میں شامل

نہیں کرسکتی اگر خود وہ قوم اپنے اس انجام پر راضی نہ ہو۔

جو فلسطین میں ہو رہا ہے اس کی بہترین مثال ہے۔

☆ مکہ میں مسلمانوں کی تعداد کم تھی، مادی وسائل مفقود تھے، ان کا محاصرہ کیا جارہا تھا، ہر طرف سے دھتکارا جارہا تھا، سزائیں دی جارہی تھیں یہاں تک کہ موت کے گھاٹ بھی اتارا جارہا تھا، ان کے خلاف پروپیگنڈا کیا جارہا تھا، اخیر میں ان کو گھروں سے بے گھر کیا جاتا ہے اور ان کے مال و دولت پر قبضہ کیا جاتا ہے، ان سب کے باوجود مسلمان اپنی حکومت قائم کرنے اور اپنے دشمنوں بلکہ انسانیت و زندگی کے دشمنوں پر غالب آنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں، ان کے سامنے کوئی چیز رکاوٹ نہیں بنتی، یہ حکومت اس وقت دنیا کی تمام حکومتوں کے لیے اعلیٰ نمونہ تھی، ان کے پاس تبدیلی اور ترقی کا ارادہ اور جذبہ تاریکی و پستی کے ارادہ سے کئی گنا زیادہ طاقت ور تھا۔

کیا کوئی یہ گمان کرسکتا ہے کہ چند سو مسلمانوں نے اپنا وقت برباد کرکے اور خوابوں کی دنیا سجا کر اتنی بڑی بڑی فتوحات رقم کی یا انہوں نے اپنی عمروں کا سکینڈوں میں حساب رکھا تھا اور ہر سکینڈ کو اس کا مقام عطا کیا تھا اور وہ رحمٰن آقا کا قول دہرا رہے تھے ﴿ان فی خلق السماوات والأرض واختلاف اللیل والنہار لآیات لأولی الألباب﴾ (آل عمران ۱۹۰) ''آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور دن رات کے آنے جانے میں عقل مندوں کے لیے نشانیاں ہیں''۔

دن رات کا آنا جانا ہی زمانہ ہے، اور عقل مند وہ مسلمان ہیں جو اپنے، اپنے معاشرہ اور پوری انسانیت کے مفاد کے لیے اس زمانہ کا استعمال کرتے ہیں۔

☆ وہ مسلمان جن پر تاتاریوں نے حملہ کیا عظیم قوت کے مالک تھے، ان کی بہت بڑی حکومت تھی، ان کے پاس بہت بڑا لشکر، وسیع سرزمین اور بے انتہا وسائل تھے، کیا یہ مسلمان پہلی قسم کے تھے یا معاملہ دوسرا تھا؟؟

نام یکساں ہیں، لیکن ارادے مختلف ہیں، وہاں مسلمان وقت اور اس کے اصولوں کو منضبط کرتے ہوئے تبدیلی کے ارادہ کے مالک تھے، اور آج وہ لوگوں کا ایک ایسا گروہ ہے جنھوں نے اپنے ارادوں کو کھودیا ہے، ان کے نزدیک رات اور دن یکساں ہیں، جب ان پر تاتاریوں نے اچانک حملہ کیا تو ان کی بات بچوں کی باتوں سے زیادہ اہم نہیں تھی، انہوں نے کہا کہ کیا کوئی مسلمانوں پر حملہ کرسکتا ہے؟

مہذب ومثقف انسان جو اپنے نفس اور اپنے وقت کی قیمت جانتا ہے وہ حیرت انگیز کارنامے انجام دیتا ہے اور زمانہ کو اپنی مٹھی میں کرتا ہے، جاپان تھوڑی ہی مدت میں اپنی گوشہ نشینی اور گمنامی سے نکل کر سب سے زیادہ ترقی یافتہ صنعتی ملک بن جاتا ہے، وہ بیداری کا راستہ صرف دس سالوں میں طے کرتا ہے، اس سے زیادہ نہیں، جب کہ اسی راستہ پر یورپ ایک صدی سے چلتا آرہا ہے۔

کیا کوئی اس بات کی توقع کرسکتا ہے کہ جاپان کے لوگ سو رہے تھے اور خواب خرگوش میں مدہوش تھے یا انہوں نے دن رات محنت کی اور اپنی عمر کی ہر منٹ سے استفادہ کیا، جس کے نتیجہ میں انہوں نے اپنے ملک کو آباد کیا اور اپنی قوموں کی شان بڑھائی؟

اگر جاپان والے یہ کرسکتے ہیں تو کیا مسلمان نہیں کرسکتے؟ حالانکہ مسلمان

تمام اسباب ووسائل کے مالک ہیں،ان کے پاس سرسبز وشاداب زمین ہے،تعدادبھی زیادہ ہے، بے انتہادولت ہے، تہذیبی وثقافتی تجربہ بھی ہے، تجربات کا ذخیرہ ہے اور سب سے بڑھ کر ربانی طریقہ کار بھی ہے:﴿تبارك الذى بيده الملك وهو على كل شئ قدير. الذى خلق الموت والحياة ليبلوكم أيكم أحسن عملاً وهو العزيز الغفور﴾ (الملک ا-۲) "وہ ذات بابرکت ہے جس کے ہاتھ میں حکومت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، جس نے موت وحیات کو پیدا کیا ہے تا کہ تم کو آزمائے کہ تم میں کون نیک عمل کرتا ہے، وہ بڑا زبردست اور بڑا مغفرت کرنے والا ہے"۔

وقت ہی زندگی ہے

وقت قوموں کی ترقی کا میزان ہے

ہم اپنے اوقات کو کیسے کارآمد بنائیں؟

جو طالب علم پڑھائی میں کوتاہی کرتا ہے اور اپنا وقت ضائع کرتا ہے اس کو اپنے کام کا نتیجہ امتحان کے وقت معلوم ہوتا ہے، جو مزدور اپنا وقت بیکار ضائع کرتا ہے اس کو مہینہ کے آخیر میں اپنے اور اپنے اہل وعیال کے سدرمق کے لیے بھی کچھ نہیں ملتا، اور جو قوم اپنے اوقات برباد کردیتی ہے اس کا شمار انتہائی پسماندہ قوموں میں ہوتا ہے

ہم اپنی قوم کے تمام طبقات کا جائزہ لیں کہ وہ اپنا وقت کیسے کارآمد بنارہے ہیں؟

☆ کسان جو چائے خانوں میں اپنا وقت گزارتا ہے حالانکہ اس کے پاس زرخیز زمین ہے، اگر حکومت اس کے ضمیر کو مزید تعمیر وترقی اور پیداوار کو بڑھانے کے لیے

نہیں للکارے گی تو ہمارا علاقہ جو خیر و برکات کا سرچشمہ ہے دوسروں سے اپنی غذا درآمد کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔

☆ مزدور جو اپنی زندگی کھو کھلے سیاسی مظاہروں میں کاموں کی آزادی اور مزدوروں کے حقوق کا مطالبہ کرتے ہوئے گزارتے ہیں، اگر ان کے مطالبات پورے نہیں ہوں گے تو فیکٹریاں ویران ہو جائیں گی اور مزدور آوارہ ہو جائیں گے۔

☆ فیکٹریوں پر ایک نظر کی جائے، یہ وہی فیکٹریاں ہیں جو ان ملکوں میں بھی چلتی ہیں جہاں سے ہم نے ان کو درآمد کیا ہے، لیکن وہاں پیداوار میں اضافہ ہو رہا ہے اور ہر روز ترقی ہو رہی ہے اور یہاں یہی مشینیں جامد ہو جاتی ہیں پھر رک جاتی ہیں جس کے نتیجہ میں دوسروں کی چیزوں کا ہم مقابلہ نہیں کر سکتے۔

☆ فوج پر ایک نظر دوڑائی جائے جس کے لیے قوم اپنی ہر چیز قربان کرتی ہے، اس کے لیے ہتھیار خریدتی ہے اور اس کو مختلف رعایتیں دی جاتی ہیں، اس کے باوجود وہ عورتوں کے ساتھ رہنے پر خوش ہے، اس نے نہ کوئی ملک آزاد کیا ہے اور نہ کسی کی آبرو بچائی ہے بلکہ اس کو قوم اور ملک کے باشندوں کا صفایا کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، ﴿فاستخف قومہ فاطاعوہ انہم کانوا قوماً فاسقین﴾ (الزخرف ۵۴) ''پھر عقل کھو دی اپنی قوم کی، پھر اسی کا کہا مانا، وہ فاسق لوگ تھے''۔

☆ یہاں تک کہ نظام حکومت جو اپنی قوموں پر ظلم و زیادتی کرنے اور اپنے باشندوں پر غالب آنے کی عادی ہیں، وہ حکومت تک کیسے پہنچ گئی، انہوں نے نوجوانوں کو انتاج اور پیداوار کے راستہ سے ہٹا کر اپنی ہی قوم کے لوگوں کی جاسوسی کرنے اور جھوٹی

رپورٹیں تیار کرنے پر لگادیا، یہاں کی آمدنی کا انحصار دوسروں کو تکلیف دینے کے تناسب پر ہوتا ہے۔

ان جیسے لوگوں کا دوسری قوموں کے ساتھ کیا مقابلہ ہوسکتا ہے جنہوں نے وقت کا احترام کیا، اس کی قدر وقیمت پہچانی اور اس کو تعمیری کام، تعمیر اور ترقی کے ارادوں میں تبدیل کردیا؟ ان کا امت اسلامیہ کے ان فرزندوں کے ساتھ کیا واسطہ ہے جن کو بہترین امت کا لقب دے کر لوگوں کی نفع رسانی کے لیے نکالا گیا تھا؟

بلکہ ہمارا اپنی دینی تعلیمات کے ساتھ کیا تعلق ہے، اللہ رب العزت نے فجر کے وقت کی، چاشت کے وقت کی، سورج کی، عصر کے وقت کی، رات کی اور دن کی قسم کھائی ہے، آخر کیوں؟ مسلمانوں اور اسلامی معاشرہ میں وقت کی اہمیت پر دلالت کرنے کیلئے ہی قسم کھائی ہے۔

مغربی محققین نے سینکڑوں علمی مقالات لکھے ہیں اور سینکڑوں ٹریننگ کورسس جاری کیے ہیں جن میں مال اور انسان کی طرح دولت کے عناصر میں سے اہم عنصر کے طور پر وقت کو منظم کرنے کی دعوت دی گئی ہے، ان تحقیقات اور افکار کی بڑی اہمیت ہے جو اس کی دعوت دے رہے ہیں، پیداوار کی زیادتی اور اداروں کی کامیابی میں اور اس کے نتیجہ میں مادی اور تکنیکی میدان میں قوموں کی ترقی میں اس کا بنیادی کردار اور رول ہے۔

مسلمان ان تمام اسباب اور ان کے علاوہ دوسرے اہم اور بڑے اسباب کی بنیاد پر وقت پر توجہ دیتا ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿وسخر لكم الشمس والقمر

دائبین وسخر لکم اللیل والنہار وآتاکم من کل ماسألتموہ وان تعدوا نعمة اللہ لاتحصوھا ﴾ (ابراھیم ۳۳) ''سورج اور چاند کو ایک دستور پر برابر تمہارے کام میں لگا دیا اور تم کو تمہاری مانگی ہوئی ہر چیز عطا کی، اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہیں کر پاؤ گے''، دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وھو الذی جعل اللیل والنہار خلفة لمن أراد أن یذکر أو أراد شکوراً ﴾ (الفرقان ۶۲) ''اسی نے رات دن کو بدلتے سدلتے بنا دیا اس شخص کے لیے جو نصیحت حاصل کرنا چاہے یا شکر ادا کرنا چاہے''، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: انسان کے قدم قیامت کے دن اس وقت تک نہیں ہٹیں گے جب تک اس سے چار چیزوں کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا، اس کی عمر کے بارے میں کہ اس کو کہاں لگایا، اس کی جوانی کے بارے میں کہ کہاں صرف کیا، اس کے مال کے بارے میں کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا، اور اس کے علم کے بارے میں کہ اس پر کیا عمل کیا۔

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ پانچ چیزوں سے پہلے پانچ چیزوں کو غنیمت جانو، موت سے پہلے زندگی کو، بڑھاپے سے پہلے جوانی کو، فقر سے پہلے بے نیازی کو، بیماری سے پہلے صحت کو اور مشغولیت سے پہلے فراغت کو۔

فراغت ایک نعمت ہے جس سے اکثر لوگ غفلت برتتے ہیں، وہ اس کا شکر بجا نہیں لاتے اور اس کی کما حقہ قدر نہیں کرتے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی نعمتوں میں سے دو نعمتیں ایسی ہیں جس کی بہت سے لوگ قدر نہیں کرتے، صحت اور فراغت'' (بخاری)، کاموں سے اوقات کا فارغ رہنا بہت بڑی نعمت ہے، جب بندہ

اس نعمت کی ناشکری کرتا ہے تو اپنے اوپر خواہشات کے دروازے کھول دیتا ہے اورشہوتوں کو پورا کرنے کے پیچھے لگ جاتا ہے، جس کے نتیجہ میں اللہ اس کو پریشانی میں مبتلا کردیتا ہے اوراس کے اطمینان قلب کو چھین لیتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت والے کسی چیز پر حسرت نہیں کریں گے بصرف اس وقت پر حسرت کریں گے جو اللہ کے ذکر کے بغیر گزر اہو''۔

ذکر سے مراد یہاں وہ کلمہ ہے جس میں زبان سے اللہ کی تعظیم بیان کی گئی ہو، اس کے ساتھ وہ اتباع بھی ہے جس سے امت کو سعادت نصیب ہوتی ہواوراس کامرتبہ بلند ہوتا ہو۔

دقات قلب المرء قائلة له ان الحیاة دقائق وثوان

آدمی کی دل کی دھڑکنیں اس سے کہتی ہیں کہ زندگی منٹوں اورسیکنڈوں کا نام ہے۔

اسلام کی نظرمیں وقت ہر وہ چیز ہے جوزندگی میں پائی جاتی ہے اورمسلمان سے قیامت کے دن صرف اس کی عبادت اورذکر کے بارے میں ہی پوچھا نہیں جائے گا بلکہ اس کی عمر کے بارے میں بھی سوال ہوگا (اورعمر متعین لمحوں کا نام ہے) کہ اس نے اپنی عمراپنے مفاد، بندوں اورملک کے مفادمیں صرف کی یااس کو بے فائدہ چیزوں میں ضائع کردیا؟

اس کی جوانی (طاقت اورکچھ دینے کی صلاحیت کی نشانی) کے بارے میں سوال ہوگا کہ اس کو کیسے استعمال کیا،اس کوصرف حسی لطف اندوزیوں اورخواہشات کی تکمیل میں صرف کیا یا خاندان اورنیک معاشرہ کی تعمیر میں لگایا؟

اس سے مال کے بارے میں سوال ہوگا کہ اس کو حاصل کیسے کیا اور خرچ کیسے؟ اس کی زندگی کے ہر لحظہ کا حساب لیا جائے گا کہ اس کو اس کے صحیح دائرہ میں استعمال کیا یا اس کو بیجا خرچ کر دیا، اس کو تعمیر و ترقی میں استعمال کیا یا اس کے ذریعہ شیطان کی خدمت کی۔

ہم اس امت کے سلف صالحین کی باتیں سنیں اور غور کریں کہ وہ وقت کو کتنا قیمتی سمجھتے تھے۔

☆ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''جس کا آج کا دن کل کے دن کی طرح ہی ہو تو وہ ناشکرا ہے اور جس کا آج کا دن کل سے بدتر ہو تو وہ ملعون ہے''۔

انہوں نے ہی فرمایا: ''جس نے اپنی عمر کا کوئی دن اس کا حق ادا کیے بغیر گزار دیا یا کوئی فرض ادا نہیں کیا یا عزت کا کوئی کام نہیں کیا یا قابل تعریف کوئی عمل نہیں کیا یا کسی خیر کی بنیاد نہیں ڈالی یا کوئی علم حاصل نہیں کیا تو اس نے اس دن کا حق ادا نہیں کیا اور اپنے اوپر ظلم کیا''۔

☆ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''دن اور رات تم میں کام کرتے ہیں، تم بھی ان میں کام کرو''۔

☆ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں اس دن پر ندامت کرنے کی طرح کسی چیز پر ندامت نہیں کرتا جس دن کا سورج غروب ہو چکا ہو، اس میں میری عمر کم ہو گئی ہو اور میرے عمل میں کوئی اضافہ نہیں ہوا ہو''۔

کوئی یہ گمان نہ کرے کہ اس امت کے سلف صالحین صرف نماز، روزے اور

ذکر میں مشغول رہتے تھے، ایسا ہرگز نہیں، وہ تمام میدانوں کے شہسوار تھے، رسول اللہ ﷺ صحابہ کو وصیت کرتے تھے کہ تم کوئی کام کیا کرو تو اتقان اور پختگی کے ساتھ کرو، ان کے کام قربت اور ثواب کا ذریعہ تھے، اور ہر قربت عبادت ہے، اسی وجہ سے انہوں نے سیادت و قیادت کی، ملکوں کو آباد کیا، عمارتیں تعمیر کی اور خراج تحسین حاصل کیا، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیکاری و تعطل اور بے کار وقت گزاری کو ناپسند کرتے تھے، آپ کا قول ہے: ''مجھے ناپسند ہے کہ میں تم کو بیکار اور فارغ دیکھوں، نہ دنیا کا کوئی کام کرو اور نہ آخرت کا کوئی کام'' (۱)

یہ ان کی صرف باتیں اور وصیتیں نہیں تھیں بلکہ یہ ان کا ترقی یافتہ عمل اور سلوک تھا، وہ صحت کو مرض سے پہلے اور زندگی کو موت سے پہلے غنیمت جانتے تھے، وہ وقت کی قیمت جانتے تھے اور اس سے فائدہ اٹھاتے تھے۔

انسانی علوم فزکس، کیمیا، ریاضیات، الجبرا، مثلثات، افلاک، جغرافیہ، تاریخ، طب اور میڈیسن کے میدانوں میں مسلمانوں کے کارناموں کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ مسلمانوں نے اپنے وقت کی قیمت کیسے پہچانی تھی، وہ اپنے زمانہ پر کیسے سبقت لے جاتے تھے، اسی کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے دنیا والوں کے لیے وہ علمی خزانہ چھوڑا ہے جو انسانوں کی علمی ترقی کی بنیاد ہے۔

☆ ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد قاضی ابراہیم بن جراح فرماتے ہیں کہ میں ابو یوسف کی عیادت کے لیے گیا، وہ بے ہوش تھے، جب وہ ہوش میں آئے تو انہوں نے

---

(۱) قیمۃ الزمان عند العلماء، تالیف: عبدالفتاح ابو غدہ ص ۲۱

دریافت کیا: تم اس مسئلہ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا: اس حالت میں بھی؟ انہوں نے فرمایا: کوئی حرج نہیں، ہم تبادلہ خیال کریں، شاید اس سے کسی کو نجات مل جائے

☆ امام ابن جریر طبری مفسرین، محدثین اور مؤرخین کے امام گزرے ہیں، آپ رحمۃ اللہ علیہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے، وقت سے استفادہ کرنے اور اس کو حصول علم، تدریس اور تصنیف و تالیف کے کاموں میں مشغول رکھنے میں ان کی یہ حالت تھی کہ ان کی تصنیفات کی تعداد اس حد تک پہنچ گئی کہ تعجب ہوتا ہے اور ان کی تمام کتابیں اپنے موضوع وفن میں بہترین اور پختہ ہیں، امام ابن جریر کی تصنیف کردہ مجموعی صفحات کی تعداد تین لاکھ ۵۹ ہزار تھی، اگر انہوں نے اپنے وقت سے فائدہ اٹھایا نہیں ہوتا اور اس کو مشغول رکھنے کے فن سے واقف نہیں ہوتے تو یہ سب کچھ نہیں ہوتا۔ (۱)

☆ امام ابوالفرج ابن جوزی فرماتے ہیں: ''انسان کے لیے ضروری ہے کہ اپنے زمانہ کا احترام کرے اور اپنے وقت کی قیمت پہچانے، کوئی لحظہ ثواب کے کاموں کے علاوہ میں ضائع نہ کرے، اس میں افضل سے افضل بات یا عمل اگلی زندگی کے لیے پیش کرے، میں نے عام طور پر لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ عجیب وغریب انداز میں وقت گزارتے ہیں، اگر رات طویل ہوتی ہے تو بے فائدہ باتوں میں یا ایسی کتاب کے مطالعہ میں جس میں عشق ومحبت کی باتیں ہوتی ہیں، اگر دن طویل ہو جائے تو سو کر گزار دیتے ہیں، میں نے بہت کم لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے وجود کے مقصد اور مطلب کو جانتے ہیں، وہ توشہ اور سفر کی

(۱) قیمۃ الزمان عند العلماء، تالیف: عبدالفتاح ابوغدہ ص ۱۷-۱۹

تیاری کرتے ہیں، عمر کے سلسلہ میں اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، وقت کے چلے جانے سے پہلے جلدی کرو، جلدی کرو، اور زمانہ کے ساتھ مقابلہ کرو"۔(۱)

☆ ڈاکٹر یوسف قرضاوی وقت کے ضیاع پر نوٹ چڑھاتے ہوئے کہتے ہیں: "جو اپنا وقت برباد کرتا ہے وہ خود اپنا قتل کرتا ہے، یہ سلو پوائزن خودکشی ہے جس کا ارتکاب وہ لوگوں کے سامنے کرتا ہے لیکن اس کو کوئی سزا نہیں دیتا"۔(۲)

☆ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وقت کا ضیاع موت سے زیادہ سخت ہے کیونکہ وقت کا ضیاع تم کو اللہ اور اخروی زندگی سے دور کرتا ہے اور موت تم کو دنیا اور دنیا والوں سے دور کرتی ہے"۔

اس طرح کی بے مثال امت کا ایک فرد ہونے کے باوجود، ان ربانی تعلیمات اور رہنمائیوں، عظیم کارناموں اور بیش قیمت قیادتی نمونوں کے ہوتے ہوئے کیا کسی مسلمان کے لیے یہ صحیح ہے کہ وہ دوسرے پر بوجھ بنا رہے، کوئی منصوبہ ترتیب نہ دے، کوئی متعین کام نہ کرے، اس کا ایمان غیبی بھروسہ اور تقدیری کاہلی میں تبدیل ہوجائے، وہ ہر چیز کو مشیت الٰہی سے تعبیر کرے جب کہ مشیت سے مراد مثبت کام کرنے والا متحرک انسان ہے۔

ترقی یافتہ قومیں دوسرے الفاظ میں بیدار ہونے والی قومیں پانچ نکاتی یا دس نکاتی منصوبے بناتی ہیں، حال اور مستقبل کو زمانہ سے مربوط کرتی ہیں پھر اسی بنیاد پر اپنا محاسبہ کرتی ہے اور دوسری قومیں بھی اس کا محاسبہ کرتی ہیں، اگر آپ ایک سال میں کسی

---

(۱) قیمۃ الزمان عند العلماء۔ تالیف: عبدالفتاح ابوغدہ ص ۲۷۔۲۸ (۲) الوقت ھو الحیاۃ۔ یوسف قرضاوی ص ۱۱

زمین کو ہموار کرنا، پل بنانا، فیکٹری تیار کرنا، مدرسہ تعمیر کرنا اور جیل کو مجرموں سے خالی کرنا چاہتے ہیں تو دو سال تک اس کام کا طول پکڑنا صحیح نہیں ہے۔

سب سے پہلے ہم زندگی کی نبض کا اندازہ لگائیں، اور ہماری حیویت کو اس کی حیویت کے ساتھ ملا دیں، اس کے بعد ہم زندگی کو اس کی ڈگر پر چھوڑ کر نتائج کا انتظار کریں۔

اللہ کے ساتھ ہماری ملاقات کا وقت متعین ہے، ہم دن میں پانچ مرتبہ وقت مقررہ پر اس کے حضور نماز میں کھڑے ہوتے ہیں، منجملہ دوسری چیزوں کے ہم کو اس سے یہ بھی رہنمائی ملتی ہے کہ وقت کی حفاظت کی جائے اور دوسرے کے ساتھ کیے گئے وعدوں اور دوسروں کو دیے گئے وقت کا خیال رکھا جائے، کیا یہ صحیح ہے کہ مقررہ وقت سے ایک گھنٹہ یا دو گھنٹہ تاخیر سے پہونچا جائے، کیا تم نے اس وقت کی تمہارے نزدیک اور تمہارا انتظار کرنے والے دوسرے افراد کے نزدیک مادی قیمت کا اندازہ لگایا ہے؟ پھر کیا تم نے اس کی معنوی قدر و قیمت اور اس کی وجہ سے ہونے والے نفسیاتی اکتاہٹ، عدم سنجیدگی اور وقت کے ضیاع کا تصور کیا ہے؟

کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ فہم وادراک رکھنے والے سرخیل گروہ کے لیے جو اپنے کندھوں پر بہترین تبدیلی کی ذمہ داری ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یہ ممکن ہے کہ وہ اپنے کاموں میں کامیاب ہو جائے گا جب کہ وہی لوگوں میں سب سے زیادہ وقت برباد کرتے ہیں اور اس بات کے سب سے زیادہ حریص ہیں کہ اس سلسلہ میں ان سے کوئی سوال نہ کیا جائے؟

زمانہ گزرتا ہے، کسی کا انتظار نہیں کرتا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿كأنهم يوم يرونها لم يلبثوا إلا عشية أو ضحاها﴾ (النازعات ۴۶) ''جس دن اس کو دیکھیں گے ایسا لگے گا کہ وہ دنیا میں صرف ایک شام یا صبح رکے تھے'' انگریزی میں ایک ضرب المثل ہے: مدوجزر کسی کا انتظار نہیں کرتے۔
اگر تم زمانہ کو حقیقت اور اوقات کے اعتبار سے منقسم منصوبہ میں تبدیل نہیں کرسکتے تو وہ تم سے فرار ہو جائے گا اور ہاتھوں سے نکل جائے گا۔

والمرء يفرح بالأيام يقطعها وكل يوم مضى يدني من الأجل

آدمی گزرے ہوئے دنوں پر خوش ہوتا ہے حالانکہ ہر گزرنے والا دن اس کو موت سے قریب کرتا ہے

زمانہ چلا جاتا ہے واپس نہیں آتا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿يوم تقوم الساعة يقسم المجرمون ما لبثوا غير ساعة﴾ (الروم ۵۵) ''جس دن قیامت آجائے گی، مجرم قسم کھا کر کہیں گے کہ وہ ایک گھڑی سے زیادہ (دنیا میں) نہیں رہے''۔ اللہ تعالیٰ دوسری جگہ فرماتا ہے ﴿حتى إذا جاء أحدهم الموت قال رب ارجعون لعلي أعمل صالحاً فيما تركت، كلا﴾ (المؤمنون ۹۹) ''یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آتی ہے تو وہ کہتا ہے: اے میرے پروردگار! مجھے دنیا میں واپس کر دے تاکہ میں پچھلی زندگی میں چھوڑے ہوئے نیک اعمال کروں، (اللہ کی طرف سے جواب ملے گا) ہرگز نہیں''۔
اس معنی کو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بلیغ بات میں اس طرح ادا کیا ہے: ''ہر دن جس دن فجر کی پو پھٹتی ہے ایک ندا لگانے والا ندا لگاتا ہے: ''اے

ابن آدم! میں نئی مخلوق ہوں، تیرے کاموں پر گواہ ہوں، اس لیے مجھ سے فائدہ اٹھا کیونکہ جب میں چلی جاؤں گی تو قیامت تک واپس نہیں آؤں گی"۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ہی کا قول ہے: "اے ابن آدم! تو چند دنوں کا مجموعہ ہے، جب کوئی دن گزرتا ہے تو تیرے جسم کا ایک حصہ ختم ہو جاتا ہے، جب ایک حصہ ختم ہو سکتا ہے تو قریب ہے کہ پورا جسم ہی ختم ہو جائے"، وقت تیر کے مانند ہے جب تیر اپنے کمان سے نکل جاتی ہے تو دوبارہ اس میں واپس نہیں ہوتی۔

وقت قیمتی اور نفیس چیز ہے

ہم لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ قیمتی وسائل چاہے مال ہو یا دولت ان کی حفاظت پر پوری توجہ دیتے ہیں، یہاں تک کہ انسانی صلاحیتوں پر بھی آج ایک اہم عنصر کے طور پر توجہ دی جارہی ہے اور تدریبی پروگراموں اور انسانی روابط کے ذریعہ ان کو ترقی دی جارہی ہے، لیکن بہت کم لوگ ایسے ہیں جو وقت کو ایک ذریعہ سمجھتے ہوئے اس کو بھی ویسی ہی اہمیت دیتے ہیں، اس کا ایک مرتبہ ضیاع کا مطلب ہمیشہ ہمیش کے لیے ضیاع ہے، دولت ضائع ہوتی ہے لیکن اس کا بدل ممکن ہے، مال تجارت ضائع ہوتا ہے لیکن فیکٹریاں دوبارہ اس کو تیار کرتی ہیں، صرف وقت ایسی چیز ہے جو چلا جاتا ہے تو واپس نہیں آتا ختم ہو جاتا ہے تو اس کا انتظار بیکار ہے۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "میں نے بہت سے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو اپنے اوقات کے اس سے زیادہ حریص رہتے ہیں جتنے تم درہم اور دینار کے ہو"

وقت خوش بختی یا بدبختی کا ذریعہ ہے

جب مسلمان وقت کا صحیح استعمال کرتا ہے اور اللہ کی رضا اور اپنے بھائیوں کی خدمت میں اس کو صرف کرتا ہے تو دنیا میں خوش رہتا ہے اور آخرت میں کامیاب، اگر وہ اپنا وقت ضائع کرتا ہے تو اپنی عمر ضائع کرتا ہے اور اپنی آخرت برباد کرتا ہے۔

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''انسان کا وقت حقیقتاً اس کی عمر ہے، وہ ہمیشہ رہنے والی نعمتوں کی ابدی زندگی کا مادہ (اجزاء ترکیبی) ہے یا دردناک عذاب کی بدترین زندگی کا مادہ (اجزاء ترکیبی) ہے''۔

ان ہی کا قول ہے: ''زمانہ غیر جانبدار کھڑا نہیں رہتا بلکہ وہ تمہارا بہت ہی چاہنے والا دوست ہو گیا سخت دشمن''۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مجھے حجاج کی ایک بات نے بیدار کیا، میں نے اس کو اسی منبر پر ٹیک لگائے کہتے سنا: ''جب آدمی کی عمر کا ایک لمحہ بھی اس کے مقصد حیات کے علاوہ دوسرے کام میں صرف ہوتا ہے تو وہ اس بات کا مستحق ہے کہ قیامت کے دن اس لمحہ پر بہت زیادہ حسرت کرے''۔

وقت

- ☆ انسان جن چیزوں کا مالک ہے ان میں سب سے زیادہ قیمتی
- ☆ خوش بختی یا بدبختی کا ذریعہ
- ☆ وہ ختم ہو جاتا ہے تو اس کا انتظار نہیں کیا جاتا
- ☆ تیزی سے نکل جاتا ہے پھر لوٹتا نہیں

تیسرا باب

وقت کی منصوبہ بندی

جب اسلام میں وقت کی اتنی اہمیت ہے اور ہمارے اسلاف نے اس کو استعمال کرنے کی اہمیت کا ادراک کیا ہے تو پھر آج ہم مسلمانوں کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ دوسری قوموں کے مقابلہ میں سب سے زیادہ وقت کو ضائع اور اپنی عمروں کو برباد کرنے والے ہیں؟

الوقت أنفس ماعنيت بحفظه　　　وأراه أسهل ماعليك يضيع

وقت ان چیزوں میں سب سے زیادہ قیمتی چیز ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری دی گئی ہے اور اس کو ضائع کرنا سب سے زیادہ آسان ہے۔

مشکل کیا ہے اور اس کا علاج کیسے ممکن ہے؟

مشکل اور مرض کی تشخیص ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے کہ ہے کہ وہ "دل کو ضائع کرنا اور وقت کو ضائع کرنا ہے" اور "اس کا علاج دو چیزوں پر ایک ساتھ توجہ دینے سے ہوتا ہے، انسان کی زندگی کی منصوبہ بندی اور اس کے وقت کی منصوبہ بندی، وقت سب سے زیادہ نادر الوجود ذریعہ آمدنی ہے، اگر اس کا صحیح انتظام نہ کیا جائے تو کسی بھی دوسری چیز کا انتظام ہو ہی نہیں سکتا"۔(۱)، بالکل اسی طرح جس طرح کمپنیاں ہر سال اپنا بجٹ بناتی ہے، اس میں نقصان اور نفع کا اندازہ لگاتی ہے اور پیداوار کی مقدار اور

---

(۱) أساسيات ادارة الوقت تالیف: روی الیکسانڈر

نوعیت (کوالیٹی) متعین کرتی ہے۔

اسی طرح سنجیدہ افراد اور اسلامی جماعتوں، طلباء کے فیڈریشنوں اور سیاسی پارٹیوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ وقت کی منصوبہ بندی کریں اور اس کا بھی خاص بجٹ بنائیں، مثلاً وہ اس سال کیا کریں گے اور کیسے کریں گے، آئندہ سال کے لیے کیا منصوبہ ہے اور اس کو نافذ کرنے کے وسائل اور عناصر کیا ہوں گے؟ پھر جائزہ لیا جائے۔

کسی ایسے کام کی کوئی قیمت نہیں ہوتی جس کا منصوبہ زمانہ کے ساتھ مربوط نہ ہو، بلکہ اس منصوبہ کی کوئی قیمت ہی نہیں ہے جس کی بنیاد پر جائزہ نہ لیا جائے، البتہ ہر کوشش کرنے والے کو اس کا اجر ملتا ہے۔

وقت کی اہمیت مال سے زیادہ ہے، اس کی منصوبہ بندی پر سب سے زیادہ توجہ دینا ضروری ہے، سب سے پہلے ہم سالانہ منصوبہ ترتیب دیں جو ان اہم مسائل پر مشتمل ہو جن کی تکمیل ضروری ہے، پھر ہم اس سے زیادہ تفصیلی منصوبہ ترتیب دیں، اس میں پورے سال کے کاموں کو تقسیم کیا جائے، ہم ایک ہفتہ سے دوسرے ہفتہ میں پہلے ہفتہ کے منصوبہ کو پایہ تکمیل تک پہونچانے اور اس مدت میں انجام دینا ضروری کاموں کو پورا کرنے سے پہلے داخل نہ ہوں۔

اس طرح کے منصوبہ اور اس طرح کے یومیہ اور ہفتہ واری پروگرام کا التزام ہر کامیاب انسان، ہر سنجیدہ مفکر، اپنا احترام کرنے والی ہر جماعت اور ترقی کا ارادہ رکھنے والی ہر قوم کرتی ہے۔

منصوبہ بندی اور زمانہ

میری ملاقات ایک مفکر سے ہوئی جو مسلمان تھا، اس نے ہمارے سامنے کاموں کا بہترین خاکہ پیش کیا، ہر معاملہ کا صحیح اندازہ لگایا، ہر چیز کو اس کا مقام دیا، پروگرام اور طریقہ کار کے بارے میں گفتگو کی، اس کے نظریاتی اور عملی وتطبیقی پہلو کو ملحوظ رکھا، اداروں کا تذکرہ کیا، اس کی آزادی، خصوصیات اور سرگرمیوں کو بیان کیا، سیاسی، تربیتی اور فکری کمیٹیوں کے بارے میں بتایا، ذرائع ابلاغ کے بارے میں گفتگو کی، طلباء اور طلبا تنظیموں کا تذکرہ کیا، ہر چیز کے بارے میں بہترین انداز میں بتایا۔

چند سالوں بعد ہماری دوبارہ اسی مفکر سے ملاقات ہوئی، اس نے ہمارے سامنے وہی منصوبہ پیش کیا، اس کی تشریح کی اور اس میں اضافہ کیا، اس مفکر نے ہر چیز کرلی لیکن منصوبہ کے عناصر میں سے ایک اہم عنصر کو بھلا دیا اور وہ تھا زمانہ اور وقت، اسی وجہ سے اس کا منصوبہ کسی کام کا نہ رہا۔

بڑے ڈیل والے خوبصورت اور جاذب نظر آدمی کی کیا قیمت اگر وہ حرکت ہی نہ کرتا ہو اور دوسروں کو کوئی فائدہ ہی نہ پہونچاتا ہو؟

بڑے سایہ درخت کا کیا فائدہ اگر اس میں پھل ہی نہ لگتے ہوں؟

گرمی کے پودوں کا کیا فائدہ اگر ان کو ہم سردی میں بوئیں، اور سردی کے پودوں کا کیا فائدہ اگر ہم گرمی میں بو کر اس کے بار آور ہونے کا انتظار کریں؟

اسی طرح اس منصوبہ بندی اور ترتیب کا کیا فائدہ جس کو ہم زمانہ کے ساتھ مربوط نہ کریں؟

محترم مفکر صاحب! ہرگز نہیں، منصوبہ بندی کی قیمت صرف بہترین افکار و نظریات سے اس کو مرصع کر کے کاغذ پر اتارنے سے نہیں ہوتی بلکہ اس کی قیمت ایک دوسرے کی تکمیل کرنے والے متحرک اجزاء میں اس کو تبدیل کرنے کے بعد ہوتی ہے، ان اجزاء کے مجموعہ سے مال تیار کرنے والی فیکٹری یا فائدہ مند منصوبہ یا ترقی کرنے والا ملک یا تہذیب وثقافت کے میدان میں بلندی حاصل کرنے والا انسان پیدا ہوتا ہے، یہ سب کچھ اسی وقت ہوتا ہے جب منصوبہ زمانہ کے ساتھ مربوط ہو۔

منصوبہ بندی کامیابی کا راز

منصوبہ بندی کامیابی کا حقیقی راز ہے۔

☆ جب کوئی انسانی علوم اور اختصاصی علمی مواد کی جامع ممتاز یونیورسٹی قائم کرنا چاہے تو سب سے پہلے ابتدائی تین سالوں میں پرائمری درجات قائم کرنے پڑیں گے، اس کے بعد اگلے تین سالوں میں سکینڈری پھر اس کے بعد یونیورسٹی کی ابتداء ہوگی اور اگلے پانچ سالوں میں طلباء کی پہلی جماعت فارغ ہوگی، اس کا مطلب یہ ہوا کہ یونیورسٹی کو قائم کرنے کا جو منصوبہ تم نے بنایا ہے اس کا تاسیسی مرحلہ ۱۱ سالوں پر محیط ہے۔

اگر تم نے پرائمری درجات شروع کردیے اور اس کے بعد رک گئے یا تین سالوں کی مقررہ مدت بڑھ کر دس سال ہوگئی تو منصوبہ ناکام ہے اور تمہاری تمام کوششیں اور بے انتہا خرچ کیا ہوا مال ضائع ہے۔

☆ اگر تم نے فعال عمل طلابی کے ذریعہ امت کے حالات میں سدھار لانے کا منصوبہ بنایا ہے تو سب سے پہلے چھوٹے بچوں پر توجہ دینا ضروری ہے، پھر اس کے

بعد سکینڈری مرحلہ پر توجہ دی جائے کیونکہ اس مرحلہ میں طالب علم/ طالبہ کی شخصیت تشکیل پاتی ہے، اس کے بعد یونیورسٹی اور تدریسی عملہ کا نمبر آتا ہے۔

ہر مرحلہ کے مقاصد متعین کیے جائیں، اور ہر مقصد کے لیے وسائل اور اس کے لیے درکار وقت متعین کیا جائے گا، لازمی مادی امکانات کا حصول، طالب علم اور مدرس کے لیے تربیتی پروگرام اور ہر مرحلہ کے لیے عمل طلابی کی رہنما کتابوں کی تیاری اور اپنے تجربات کو دوسرے علاقوں میں عام کرنے کا کام کیا جائے گا، اگر تھوڑی سی پختگی اور وسعت کے ساتھ زمنی پروگرام پر مشتمل منصوبہ تیار ہو گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ امت کی بیداری ممکن ہے، اگر منصوبہ پر عمل ہو جائے پھر وہ تعطل کا شکار ہو یا کامیابی کے عوامل واسباب مال، افراد یا زمانہ کسی ایک کے ساتھ لاپرواہی برتی جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے صرف صلاحیتیں ضائع ہوں گی۔

☆ ہر سنجیدہ معاملہ میں اسی طرح ہوتا ہے۔

ہر اہم مشروع کو سنجیدہ ادارہ یا سنجیدہ کمیٹی اور بہت سے موقعوں پر صرف ایک سنجیدہ فرد یا یہ تکمیل تک پہونچاتا ہے، کتنے ہی ایسے مشروعات اور منصوبے ایسے ہیں جس کو ایک فرد نے کامیابی سے ہمکنار کیا ہے۔

بیسوی صدی کی چھٹی دہائی میں اسلامی تحریکات بڑے ہی خطرناک دور سے گزر رہی تھی، مصر میں ۱۹۵۴ء کو ظلم وزیادتی اور قتل وغارت گری شروع ہوئی، پھر ۱۹۶۵ء میں وہی حالات واپس آئے، دوسرے علاقوں میں بھی اسلامی تحریک اسی طرح کے سخت تجربات سے دوچار تھی، اس وقت ہر طرف سے یہ سوال اٹھ رہا تھا کہ

ان حالات سے نکلنے کا کیا راستہ ہے؟

یہ سوال ہورہا تھا، اس پر بہت کم لوگوں نے غور کیا، جو دور دراز مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والے تھے، لیکن وہ ممتاز قائدانہ خصوصیتوں کے حامل تھے، جو عظیم کارناموں کو انجام دینے کے لیے ضروری ہوتی ہیں، وہ مندرجہ ذیل ہیں:

☆ ان کا مقصد اللہ کی رضا اور خوشنودی تھا، ہر فرد کا ایک مقصد ہوتا ہے، بعضوں کا مقصد مال ہوتا ہے، وہ مال کو ہر جائز و ناجائز طریقہ سے جمع کرنا چاہتے ہیں (تعس عبد الدینار والدرهم - درہم و دینار کا غلام ہلاک ہوگیا)، بعض لوگوں کا مقصد شہوت پرستی ہوتا ہے، وہ ہر صحیح یا گھٹیا طریقہ سے اس کو تلاش کرتے ہیں، بعضوں کا مقصد اپنی خواہش کی تکمیل ہوتا ہے (" أرأیت من اتخذ الٰهه هواه "۔الفرقان ۴۳۔ کیا تم نے اس شخص کو دیکھ لیا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا ہے)، بعض لوگوں کا مقصد حصول جاہ ہوتا ہے جس کے ذریعہ وہ دوسروں پر تکبر کرتے ہیں (سب لوگ صبح نکلتے ہیں، ہر ایک اپنے نفس کو خریدتا ہے، یا تو وہ اس کو آزاد کرتا ہے یا ہلاک)۔

لیکن یہ لوگ جنھوں نے اس منصوبہ پر اچھی طرح غور و خوض کیا، ان کا مقصد صرف اللہ کی رضا ہے، ان کے لیے اعلیٰ نمونہ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ ہیں، جب آپ کی قوم نے آپ کو مال، عزت، عورت اور ملک کے ذریعہ خریدنا چاہا تو آپ نے بلا تامل فرمایا: خدا کی قسم! اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے ہاتھ پر چاند رکھ دیں تا کہ میں یہ کام چھوڑ دوں تو میں یہ کام نہیں چھوڑوں گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس دین کو غالب کردے یا اس کے خاطر میری جان چلی جائے، وہ اپنے

نبی کے طریقہ پر چل رہے ہیں، ان کی پکار یہ ہے: رسول ہمارے لیے نمونہ ہیں، ان کا حکم اللہ رب العزت کا حکم ہے ﴿قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین﴾ (الانعام ۱۶۲) ''آپ کہہ دیجئے میری نماز، میری عبادت، میری زندگی اور میری موت (میرا سب کچھ) دونوں جہان کے پالنہار اللہ کے لیے ہے'' اور ان کا حکم اپنے نبی کی سنت ہے (جس کی خواہش میرے لائے ہوئے طریقہ کے تابع ہوگی وہ راہ راست پر ہوگا)۔

☆ وہ نیک فال لیتے ہیں، نیک فال لینا شریف انسانی موقف ہے، جب کوئی مصیبت پیش آتی ہے تو اس کے ذریعہ انسان اپنے آپ کو اور دوسروں کو بھی بچاتا ہے، کسی قوم کے پاس بھلائی کا جذبہ پایا جاتا تو اس کو ترقی دیتا ہے، اس کو برائی نظر آتی ہے تو اس کا علاج کرتا ہے اور اس کو اکھاڑ کر اس کی جگہ بھلائی کو بو دیتا ہے۔

نیک فال لینے والے شخص کا دل کبھی کسی مصیبت کے وقت گھبراتا نہیں ہے، اور نہ وہ شکست کھاتا ہے چاہے دشمن کتنا ہی مضبوط اور اس کی تعداد کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو، اس کو قادر مطلق طاقتور اللہ کی معیت کا احساس رہتا ہے، وہ اسی کے حکم پر حرکت کرتا ہے، اگر اس کا ہاتھ کسی پر اٹھتا ہے تو اس کے خالق کی طاقت اس کے ساتھ رہتی ہے، اگر کسی معاملہ کو انجام دینے کے لیے چلتا ہے تو اللہ اس کے ساتھ رہتا ہے، اس کا شعار اللہ تعالی کی وہ بات ہے جس کو نبی کریم ﷺ نے حدیث قدسی میں بیان کیا ہے: ''بندہ میرے بارے میں جس طرح کا گمان رکھتا ہے میں اسی طرح پیش آتا ہوں، اگر اچھا گمان کرتا ہے تو اسی کے مطابق اس کو دیتا ہوں، اگر برا گمان کرتا ہے تو اس کو وہی ملتا

ہے''، وہ وہی انسان ہے جس کو اس کے پروردگار نے عزت سے سرفراز کیا ہے اور اس کو دعوت اور دین کی امانت کا ذمہ دار بنایا ہے ﴿ولقد کرمنا بنی آدم﴾ (الاسراء ۷۰) ''ہم نے بنی نوع انسانی کو عزت سے سرفراز کیا ہے''۔

رسول اللہ ﷺ کو آپ کی لاڈلی بیٹی فاطمہ دیکھ کر روتی ہے، آپ اس سے دریافت کرتے ہیں: بیٹی! تم روکیوں رہی ہو؟ وہ کہتی ہے: میں نے آپ کا چہرہ تھکا ہوا اور کپڑے پرانے دیکھے (اس وجہ سے مجھے رونا آ گیا)، آپ ﷺ نے فرمایا: رؤو مت، اللہ تعالی ضرور تمہارے ابا کی مدد کرے گا اور یہ دین ہر اس جگہ پہونچے گا جہاں سورج طلوع ہوتا ہے۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: ''جو کہتا ہے کہ لوگ ہلاک ہو گئے تو اسی نے ان کو ہلاک کر دیا''، دوسری روایت میں ہے کہ وہ ان میں سب سے زیادہ ہلاک ہونے والا ہے۔

بعض باتیں ہمت پست کرنے والی، نفس کو ہلاک کرنے والی، برکت کو ختم کرنے والی ہوتی ہیں اور بعض اچھی باتیں فال نیک، خیر کو پھیلانے والی اور فرد و معاشرہ کی تعمیر کرنے والی ہوتی ہیں، اس طرح کی باتیں ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ نے متعدد صحابہ کے بارے میں فرمائی ہے، ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ یہ سکھایا ہوا نوجوان ہے، ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: یہ اس امت کا امین ہے، حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ یہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جس کو اس نے مشرکوں کے خلاف سونتا ہے، ان باتوں نے

اپنا اثر دکھایا اور اس سے عظیم قائدین پیدا ہوئے۔

نیک فال مایوسی، قنوط اور نفسیاتی ناکامی کی ضد ہے، اور مؤمن کبھی بھی مایوس نہیں ہوتا ﴿ولاتيأسوا من روح الله، انه لايياس من روح الله الا القوم الكافرون﴾ (یوسف ۸۷) ''اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا، کیونکہ اللہ کی رحمت سے کافر لوگ ہی مایوس ہوتے ہیں''، اللہ تعالیٰ دوسری جگہ فرماتا ہے ﴿ومن يقنط من رحمة ربه الا الضالون﴾ (الحجر ۵۶) ''اور اپنے رب کی رحمت سے گمراہ لوگ ہی مایوس ہوتے ہیں''۔

☆ ان کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس رہتا ہے، اور ذمہ داری مکلّف بنانے کا نام ہے، ہمارے پروردگار نے جس دن آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اسی دن سے ہم کو اس کا مکلّف بنایا ہے ﴿انا عرضنا الأمانة على السماوات والأرض والجبال فأبين أن يحملنها وأشفقن منها وحملها الانسان، انه كان ظلوما جهولا﴾ (الاحزاب) ''ہم نے اس امانت کو آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کیا تو انہوں نے اس کو اٹھانے سے انکار کردیا اور وہ گھبرا گئے لیکن انسان نے (اس بار امانت کو) اٹھالیا، بے شک وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے''۔

نبی کریم ﷺ نے اس کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: ''تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا''، ''تم میں سے ہر ایک اسلام کی کسی نہ کسی سرحد کا محافظ ہے (ہر ایک اس بات کی کوشش کرے کہ) اس کی سرحد سے اسلام پر حملہ نہ ہو''۔

اسی ذمہ داری نے ہمارے آقا نبی کریم ﷺ کو بیمار کر دیا تھا،"سورہ ہود اور اس طرح کی دوسری سورتوں نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے"، اسی ذمہ داری نے خلفاء راشدین کی نیندوں کو اڑا دیا تھا، دن میں تم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مدینہ کی سرحدوں پر پیغامبر اور قاصد کا انتظار کرتے پاؤگے تا کہ محاذوں پر موجود مسلمانوں کے حالات سن کر اطمینان حاصل ہو، اور راتوں کو اس عورت کی خدمت میں پاؤگے جس کو ابھی بچہ ہوا ہے اور اس کا کوئی کفالت کرنے والا نہیں ہے، اس عورت کی خدمت میں پاؤگے جو رات کی تاریکی میں اپنے شوہر کو آواز دے رہی ہے تا کہ وہ اپنی عزت کی حفاظت کرے، اس عورت کی گفتگو کو سن رہے ہیں جو دودھ کے متعلق اس کی بیٹی کے ساتھ ہو رہی ہے، جب نماز میں کھڑے یہ آیت کریمہ ﴿وقفوهم انهم مسئولون﴾ (ان کو روکو ان سے سوال کیا جائے گا) پڑھتے تو روتے، وہ کیوں نہیں روتے حالانکہ ان کو ہر ایک کے بارے میں اپنی ذمہ داری کا احساس ہے، بلکہ اس خچر کی ذمہ داری کا بھی احساس ہے جو سرزمین عراق میں پھسلتا ہے کہ عمر نے اس کیلئے راستہ ہموار کیوں نہیں کیا اپنی ذمہ داری کا احساس رکھنے والے کو صرف اپنی اور اپنے خاندان کی ذمہ داری کا احساس نہیں رہتا بلکہ اس کو پورے دین اور دنیا کے گوشہ گوشہ میں پائے جانے والے مسلمانوں کی ذمہ داری کا احساس رہتا ہے۔

ابتداء ۱۹۶۱ء کی ہے

جب امت کے اس منتخب گروہ کی ملاقات ہوئی، جن کا مقصد اللہ کی خوشنودی حاصل کرنا تھا، ان کے لیے نمونہ اللہ کے رسول تھے، وہ نیک فال لینے والے

اوراپنے دلوں میں کسی طرح کی ناامیدی کوراستہ نہ دینے والے تھے،ان کواپنے دین کے بارے میں اپنی ذمہ داری کااحساس وشعورتھا، انہوں نے ۱۹۶۱ء کوانگلینڈ میں ''جمعیۃ الطلبۃ المسلمین'' کے نام سے طلباء کی پہلی اسلامی جمعیت قائم کی، ۱۹۶۲ء میں انگلینڈہی میں ''اتحادالجمعیات الطلابیۃ'' (فوسیس) کی بنیادڈالی، ۱۹۶۳ء میں امریکہ اورکینڈا میں ''جمعیۃ الطلبۃ المسلمین'' قائم ہوئی، ۱۹۶۷ء میں یورپ، ماوراء النہر، انڈونیشیا، پاکستان، نائجیریا، جامعہ ام درمان سوڈان وغیرہ میں پائی جانے والی طلباءتنظیموں کے ساتھ رابطہ کاکام شروع ہوتاکہ طلباء کاایک عالمی اسلامی فیڈریشن قائم کیاجائے جواسلامی علاقوں میں اسلامی سرگرمیوں کودرپیش مسائل اوررکاوٹوں اور ان پرکیے گئے ظلم وستم کے بعددعوت وتبلیغ میں اپناکرداراداکرے۔

جون ۱۹۶۱ء کو''الاتحادالاسلامی العالمی للمنظمات الاسلامیۃ''IIFSO کے نام سے مسلم طلباء تنظیموں کاعالمی فیڈریشن کاقیام عمل میں آیاجس نے اسلام اور مسلمانوں کی بہت بڑی خدمت کی ہے اورآج ہم جس اسلامی بیداری کی فضامیں زندگی گزاررہے ہیں اس کابنیادی سبب ہے۔

تاسیسی کانفرنس میں ہمارے سامنے ایک دوسراسوال اٹھا:

حالات اتنے سخت ہیں اوردشمن طاقتیں اتنی مضبوط ہیں اوران کی تعدادبھی زیادہ ہےتوکیاہم چندنہتےنوجوان مسلم طلباء کے عالمی محاذکےقیام کااعلان کرسکتےہیں؟ کیاہم مقابلہ کرسکیں گے؟

اس وقت کے ایمان افروزموقف کے بارے میں ہم آنے والی نسلوں کو

واقف کرانا چاہتے ہیں، جی ہاں...... ہم مقابلہ کریں گے اور اللہ پر بھروسہ کریں گے، ہمارے پاس کچھ مال نہیں تھا، کوئی عزت اور شہرت نہیں تھی اور نہ طاقت کی کوئی دوسری نشانی اور ذریعہ تھا۔

ہمارے ساتھ صرف اللہ کی ذات تھی ﴿وقالوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل﴾ (آل عمران ۱۷۳) ''اورانہوں نے کہا کہ ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہی بہتر کارساز ہے''، ہمارے پاس ہماری رگوں میں دوڑنے والا گرم خون تھا جس کو ہم اللہ کی راہ میں لگانا چاہتے تھے، ہمارے پاس ہمارے اہل وعیال کی روزی تھی ہم اس میں سے اتنا کم کردیتے جو کام کو آگے بڑھا سکے۔

خوداعتمادی کامیابی کا سب سے پہلا زینہ ہے، کوئی بھی کام، کوئی بھی تحریک یا کوئی بھی پارٹی اس بھروسہ کے بغیر نہ قائم ہوسکتی ہے، نہ پھیل سکتی ہے، نہ طاقتور بن سکتی ہے اور نہ کامیاب ہوسکتی ہے۔

ہمارے لیے تاریخ میں عبرت کا سامان موجود ہے، ہم تاریخ کو دیکھیں:

☆ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مسلمان رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے بعد اپنا خلیفہ بناتے ہیں، عرب کے قبائل دین اسلام سے مرتد ہونے لگتے ہیں اور اسلام صرف مکہ، مدینہ اور طائف میں باقی ہے، ان حالات سے چند مسلمان گھبرا جاتے ہیں، اور خلیفہ کو وصیت کرنے لگتے ہیں کہ موت آنے تک اپنے گھر میں بیٹھیں رہیں، لیکن حضرت ابوبکر دھاڑتے ہوئے کہتے ہیں: ''أینقص الدین وأنا حی؟'' کیا میرے ہوتے ہوئے دین میں کوئی کمی ہوسکتی ہے؟ خدا کی قسم میں ہر اس شخص سے جہاد کروں گا جو نماز

اور زکاۃ کے درمیان فرق کرے، اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی تردد تھا، ابوبکر دوسری مرتبہ دھاڑتے ہوئے کہتے ہیں: عمر! تم کہاں ہو؟ جاہلیت میں بڑے بہادر تھے، اب اسلام میں بزدل ہوگئے ہو!!

☆ ''۱۹۲۴ء میں مغربی سازشوں کے نتیجہ میں مسلمانوں کی خلافت ختم ہوجاتی ہے اور استعماری ممالک مسلمانوں کے علاقوں کو آپس میں بانٹ لیتے ہیں، مصر میں افکار و خیالات اور نظریات میں عقلی آزادی کے نام سے پھر شخصی آزادی کے نام پر مذاہب، اخلاق اور کاموں میں انتشار اور بے راہ روی کی لہر شدت اختیار کر جاتی ہے، یہ الحاد و اباحیت کی طاقتور اور تند موج تھی، اس کے سامنے کوئی چیز ٹک نہیں رہی تھی، حالات اور واقعات بھی ان کے حق میں تھے''۔(۱)

امام حسن البنا اپنی آپ بیتی میں لکھتے ہیں: ''پھر مصر اور اس کے علاوہ عالم اسلامی کے دوسرے علاقوں میں متعدد واقعات رونما ہوئے جس نے میرے اندر دبی ہوئی چنگاری کو بھڑکا دیا اور میرے دل میں موجود پوشیدہ غم کو ابھار دیا اور میری نظر اس طرف متوجہ کر دی کہ کوشش، مسلسل کام کرنا، تنبیہ کے بعد تکوینی راستہ پر چلنا اور تحقیق کے بعد تاسیس کا کام کرنا ضروری ہے۔

میں نے اپنی توجہ ان دوستوں اور ساتھیوں پر مرکوز کی جن کو اور مجھے تڑپ، سچی محبت اور فریضہ کے احساس نے ایک ہی پلیٹ فارم پر جمع کیا تھا، یہ ایک معاہدہ اور میثاق تھا کہ ہم میں سے ہر ایک اس مقصد کے لیے کام کرے گا یہاں تک کہ رائے عامہ صالح

---

(۱) مذکرات الدعوۃ والداعیۃ حسن البنا ص ۴۷

اسلامی نقطہ نظر میں تبدیل ہو جائے، اسماعیلیہ میں میں نے اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر اس سوچ کو عملی شکل دی اور پہلی انتظامی کمیٹی کا انتخاب عمل میں آیا، اس طرح مسلسل کام کرتے، اسلام کا جھنڈا بلند کرتے اور اس کے راستہ میں اللہ سے مکمل رضا کاری کا معاہدہ کرتے ہوئے مارچ ۱۹۲۸ء کو اخوان المسلمون کے نام سے تنظیم قائم ہوئی۔

یہ جماعت اچانک تشکیل پائی تھی لیکن ضرب المثل بن گئی، آج یہ دعوت پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے اور اس تحریک میں روز افزوں ترقی ہو رہی ہے۔

اسی طرح ہوتا ہے، جو انسان اپنے پروردگار کے ساتھ سچا وعدہ کرتا ہے، اپنی ذات اور اپنے دین پر بھروسہ کرتا ہے، اپنا مقصد متعین کرتا ہے، اپنی ذمہ داری کا احساس کرتا ہے، اس کے ساتھ وہ پختہ ارادہ کا مالک ہو جس کو اپنے مقصد سے کوئی چیز ہٹا نہ سکے، نیک فال لینے والا ہو، ہمت ہارنے والا نہ ہو تو انسانیت کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ وہ اپنے دعویٰ اور مقصد میں کامیاب ہوتا ہے اور تاریخ امت کی بیداری میں اس کے روشن کردار کو رقم کرتی ہے ﴿وقل اعملوا فسیری اللہ عملکم والرسول والمؤمنون﴾ (التوبہ ۱۰۵) "اور آپ کہہ دیجئے: تم عمل کرو، اللہ، اس کا رسول اور ایمان والے تمہارا عمل دیکھ رہے ہیں"۔

کیا تم نے اس بند کا قصہ سنا ہے جس کو مہجری شاعر ایلیا ابو ماضی نے بیان کیا ہے؟ ایک بڑے بند کے چھوٹے سے پتھر کا قصہ، ایک مرتبہ اس نے سوچا کہ وہ ایک چھوٹا سا پتھر ہے، اس کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے، اس جگہ رہ کر اس کا کوئی فائدہ نہیں، وہ کوئی بڑا پتھر بھی نہیں اور اس کی کوئی عزت بھی نہیں، اس میں دوسرے سے

ممتاز کرنے والی کوئی صفت بھی نہیں، یہ سوچ کر اس نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور دور چلا گیا، اس کے نکلتے ہی بند ٹوٹ گیا اور پورا شہر پانی میں ڈوب گیا۔

ستاروں کی جگمگاتی رات نے ایک غم بھری آواز سنی جب کہ رات خوبصورت شہر پر چھائی ہوئی تھی
وہ سرگوشی کے سننے والے کی طرح شہر کی طرف جھک گئی جو بڑی دیر خاموش رہتا ہے اور خاموشی سے سنتا ہے
تو اس نے شہر والوں کو اصحاب کہف کی طرح سویا ہوا پایا، نہ کوئی شور ہے اور نہ کوئی شغب
اور اس کے پیچھے مضبوط بند کو دیکھا اور صحراء کے مشابہ پانی کو
یہ آواز بند سے آرہی تھی جو انگل اندازوں کی شکایت کر رہی تھی
دنیا میں کون سی چیز میری طرح حقیر ہو سکتی ہے، میں اس میں کچھ بھی نہیں ہوں
نہ میں سنگ مرمر ہوں کہ میرا اسٹیچو بنایا جاتا اور نہ میں چٹان ہوں کہ میں کوئی عمارت بنتا
میں نہ موتی ہوں جس کو خریدنے کے لیے خوبصورت حسین چھٹی دوشیزائیں لپکتی ہیں
نہ میں آنسو ہوں اور نہ میں آنکھ، میں تل ہوں، نہ لال رخسار
ایک غبار آلود پتھر ہوں اور حقیر، نہ مال ہوں، نہ حکمت اور نہ تلوار
بہتر یہی ہے کہ میں اپنا یہ وجود چھوڑ دوں اور سلامتی کے ساتھ نکل جاؤں، مجھے یہاں رکنا پسند نہیں
وہ اپنی جگہ سے زمین، شہاب ثاقب، تاریکی اور آسمان کی شکایت کرتے ہوئے ہٹ جاتا ہے
صبح اپنی آنکھ کھولتا ہے تو طوفان پورے شہر کو اپنے گھیرے میں لیے ہوئے ہے

اے مسلمان! تو ایک چھوٹا سا پتھر نہیں بلکہ اس دنیا کا ستون ہے اور تو اس کی قیادت کا اہل ہے، بلکہ تو اگر نیک اعمال کرے تو زمام کار کے اپنے ہاتھ میں آنے میں اللہ کی قسم کا حقدار ہے ﴿وعد الله الذين آمنوا وعملوا الصالحات ليستخلفنهم في الأرض كما استخلف الذين من قبلهم﴾ (النور ۵۵)
"اللہ تعالی نے ایمان اور عمل صالح کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ضرور بالضرور

ان کو زمین میں خلافت عطا کرے گا جس طرح ان سے پہلے والوں کو عطا کیا تھا''۔

☆ کبھی حالات دشوار اور سخت ہوتے ہیں جس سے بہترین تبدیلی مشکل نظر آتی ہے لیکن اس کے باوجود ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اس وقت کو یاد کریں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی سخت حالات کا مقابلہ کیا تھا، وہ حالات آج کے حالات سے زیادہ سخت تھے، لیکن وہ برابر نیک فال لیتے رہے، بشارت حاصل کرتے رہے اور اللہ عزوجل کی مدد کا یقین کرتے رہے، کیونکہ مایوسی مؤمن کی صفت نہیں ہے ﴿انہ لا ییأس من روح اللہ الا القوم الکافرون﴾ (یوسف ۸۷) اللہ کی رحمت سے کافر لوگ ہی مایوس ہوتے ہیں۔

☆ کبھی برائی کے پھیلاؤ اور انتشار سے ہمت پست ہو جاتی ہے، لیکن مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ اس بات کا یقین کریں اور اس پر ایمان لے آئیں کہ اللہ ان کے ساتھ ہے، وہ ان کو کبھی ضائع نہیں کرے گا اور اللہ اپنے بندوں کی مدد کرتا ہے جب تک وہ اس کے احکامات کو تھامے رہتے ہیں ﴿ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون﴾ (النحل ۱۲۸) ''اللہ تعالیٰ تقویٰ اختیار کرنے والوں اور نیک اعمال کرنے والوں کے ساتھ ہے''۔

﴿ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین انھم لھم المنصورون وان جندنا لھم الغالبون﴾ (الصافات ۱۷۳) ''ہمارے رسولوں کے سلسلہ میں ہم نے پہلے ہی وعدہ کر دیا ہے کہ وہی فتح پانے والے ہیں اور ہمارا لشکر ہی غالب آنے والا ہے''

☆ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ان کا زمانہ ختم ہو چکا ہے اور وہ بوڑھے ہو چکے ہیں،

اس کے باوجود ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی زندگی کو دیکھیں، دعوت دین اور تبلیغ رسالت جو کسی بھی انسان کے حوالہ کی جانے والی سب سے بڑی ذمہ داری ہے آپ نے چالیس سال کی عمر میں شروع کی۔

بلند ہمتی اور صحیح مقصد کے درمیان نہ عمر حائل ہوتی ہے اور نہ سخت حالات، اللہ تعالی فرماتا ہے ﴿والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا﴾ (العنکبوت) ''جو ہم میں کوشش کرتا ہے اس کے لیے ہم راستے کھول دیتے ہیں''۔

منصوبہ کا مطلب اسباب کو اختیار کرنا

اقدام اور خود اعتمادی کے بعد ہماری کامیابی کے لیے کیا منصوبہ ضروری ہے؟ یہ موضوع طلباء تنظیموں کے عالمی فیڈریشن کے قیام کے ابتدائی دنوں میں تبادلہ خیال کے لیے موزوں تھا لیکن آج یہ مسلم حقیقت میں تبدیل ہوگیا ہے پہلے منصوبہ کو بدعت اور نئی چیز کہا جاتا تھا لیکن آج اس میں استقرار آگیا ہے اور منصوبہ مختلف تعلیمی مرحلوں میں پڑھایا جانے والا علم اور فن بن گیا ہے۔

ہم زمانہ کے ساتھ مقابلہ کر رہے ہیں، ہم اس کی منصوبہ بندی کرنے سے پہلے اس کا مقابلہ کیسے کر سکتے ہیں؟ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کی سیرت پر غور کرنے والے ہر فرد کو آپ کی زندگی کے ہر مرحلہ میں واضح طور پر منصوبہ بندی نظر آئے گی:

☆ اللہ کی طرف دعوت دینے میں ہم کو ایک مکی زمانہ اور دوسرا مدنی زمانہ نظر آتا ہے، مکی زمانہ میں خفیہ مرحلہ پھر دعوت کو علی الاعلان پیش کرنے کا مرحلہ اور اخیر میں مکہ سے

باہر دعوت و تبلیغ کا مرحلہ ملتا ہے، اور مدنی زمانہ میں دوسرے ممتاز مراحل نظر آتے ہیں

☆ افراد کو بھی دعوت دینے میں ہم کو منصوبہ بندی نظر آتی ہے، شروع میں آپ نے ہر اس شخص کے سامنے اسلام پیش کیا جن میں بھلائی اور خیر محسوس کیا اور جو آپ کو جانتے تھے اور آپ ان کو جانتے تھے، یہی سابقین اولین ہیں جو بعد میں خلفاء اور قائدین بنے، اس کے بعد پھر اپنے قریبی رشتہ داروں کو دعوت دی۔

☆ ہم حبشہ کی طرف ہجرت کرنے میں منصوبہ بندی پاتے ہیں۔

☆ ہم کو پہلی اور دوسری بیعت عقبہ میں منصوبہ بندی نظر آتی ہے کیونکہ دونوں بیعتوں کے درمیان واضح فروق پائے جاتے ہیں۔

☆ مدینہ کی طرف آپ ﷺ کی ہجرت میں منصوبہ بندی ملتی ہے۔

☆ پھر مدینہ منورہ میں مثالی حکومت قائم کرنے میں منصوبہ بندی نظر آتی ہے۔

کیا کوئی اس بات کو سوچ سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سخت حالات میں ہر مرحلہ کے لیے، اپنی ذاتی زندگی میں، اپنی اجتماعی زندگی میں، اس نئی حکومت میں دوسروں کے ساتھ تعلقات قائم کرنے میں، لوگوں کے درمیان حق وانصاف قائم کرنے میں، جنگ وامن اور معاہدوں میں اور مسلمانوں کی تربیت اور ان کو مستقبل کے لیے تیار کرنے میں بغیر منصوبہ بندی کے کام لیا؟

بعض لوگ کہہ سکتے ہیں کہ یہ آسمانی وحی کی کارفرمائیاں تھیں جو آپ کو صحیح سمت اور صحیح رہنمائی کرتی تھی، یہ بات صحیح ہے، وحی ہی رسول اللہ ﷺ کی رہنمائی کرتی تھی اور آپ کو تعلیم دیتی تھی، رسول ہمارے لیے تمام اعمال اور کاموں میں نمونہ ہیں،

استاذ محمد الغزالی کی بات کتنی بھلی ہے: رسول کے لیے ہجرت کے موقع پر اللہ کی مدد کسی غلطی کا علاج نہیں تھا۔

ایک حکمت کی بات

ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں لکھا ہے:

عقل مند کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے دن کے چار حصے کرلے:

☆ ایک وقت اپنے رب کے ساتھ مناجات کے لیے

☆ ایک وقت اپنے نفس کے محاسبہ کے لیے

☆ ایک وقت اللہ کی کاریگری میں غور وخوض کے لیے

☆ ایک وقت اپنی ضرورتوں کھانے پینے کے لیے

منصوبہ بندی کے مراحل

ا۔ مقاصد کی تعیین

مسلم طلبا تنظیموں کے عالمی فیڈریشن IIFSO کے بہت سے مقاصد ہیں، ان میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں:

☆ عمل طلابی کی واضح پالیسیاں متعین کی جائیں۔

☆ موجودہ فیڈریشنوں میں اسلامی، دعوتی، اور تحریکی فہم کو پیوست کیا جائے، اور اس

میں تعاون کرنے والے تربیتی اسلوبوں کی ضمانت۔

☆ فیڈریشن کے ممبروں کی تعداد آٹھ سے بڑھا کر کم از کم اقوام متحدہ میں اسلامی ممالک کی تعداد کے برابر ۵۵ کر دی جائے۔

☆ مختلف علمی میدانوں کی متعدد کتابوں کو منتخب کر کے ان کے ذریعہ دنیا میں اسلامی دعوت کو پھیلایا جائے اور ان کتابوں کو مسلمانوں میں بولی جانے والی بنیادی سو زبانوں میں ترجمہ کیا جائے۔

☆ طلباء تنظیموں کے فکری اور سیاسی پالیسیوں اور نظریات کی اصلاح کی جائے، یہ تنظیمیں اگر چہ بڑی حد تک متفق ہیں لیکن بہت سے نظریات میں اختلاف بلکہ کبھی تضاد پایا جاتا ہے، اسی وجہ سے دعوتی، تربیتی، سیاسی اور انتظامی نظریات میں ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے منصوبہ بنانا ضروری ہے۔

☆ طلباء کی خدمت کے میدان کو وسعت دینے کے لیے ثانوی اور یونیورسٹی کے طلباء میں اس کا دائرہ کار بڑھا جائے اور طالبات کو متحرک اور مؤثر بنانے کے لیے بھرپور مواقع فراہم کیے جائیں۔

☆ ثانوی مرحلہ، یونیورسٹی مرحلہ اور تدریسی عملہ کے لیے رہنما کتابیں تیار کی جائیں اور ان تمام مراحل اور طبقات کے درمیان ہم آہنگی پیدا کی جائے تاکہ سب مشترکہ مقاصد کے لیے کوشش کریں۔

☆ طلباء کی تحریک از سر نو امت کی تعمیر و ترقی کے لیے قیادت اور حالات کی اصلاح کرنے کی ذمہ داری لے گی۔

ہمارے مقاصد ہماری صلاحیتیں

دوسری خلیجی جنگ کے بعد پاکستان سے پروفیسر خورشید احمد نے مجھ سے رابطہ کیا اور کہا: ''میں امید کرتا ہوں کہ آپ اپنے دفاتر پاکستان منتقل کریں گے، کیونکہ تمہارا کام جاری رہنا ضروری ہے، تم نے اتنے کام انجام دیے ہیں جن کو انجام دینے سے حکومتیں بھی عاجز ہیں''، میں اس کو مقاصد کی مناسبت سے ذکر کر رہا ہوں۔

بعض لوگ اپنے مقاصد متعین کرتے ہیں، اس سے پہلے وہ تمام چیزوں کا اندازہ لگاتے ہیں اور حالات پر نظر کرتے ہیں، لیکن ان کی نظر صرف دشوار اور سخت حالات پر ہی ہوتی ہے پھر ان حالات کو دیکھتے ہوئے وہ مقاصد کو متعین کرتے ہیں، بعض لوگ تمام چیزوں کا اندازہ لگاتے ہیں اور مشکلات سے واقف ہوتے ہیں، ان کی بلند ہمتیں عالی حوصلہ مقاصد کو متعین کرنے ہی پر راضی ہوتی ہیں، اسی طرح ہم نے بھی کیا تھا۔

مقاصد کو لکھنا

مجلس عاملہ کی پہلی میٹنگ میں جس میں جنرل باڈی کا انتخاب عمل میں آیا تھا ہم نے ان مقاصد کو متعین کیا اور ان کو لکھا، صرف زبان سے بولے جانے والے مقاصد اور لکھے جانے والے مقاصد کے درمیان فرق یہ ہے کہ جب مقصد لکھا جائے گا تو اس پر غور وخوض کیا جائے گا، اس کو بار بار دیکھا جائے گا، میٹنگوں میں سنایا جائے گا، جب کسی سوچ اور فکر کے بارے میں یہ کارروائیاں کی جائیں گی تو اس میں پختگی اور وضاحت پیدا ہو جاتی ہے۔

یہ معاملہ صرف مقاصد کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہے، بلکہ ہر سوچ اور فکر کے بارے میں یہی اصول ہے، صاحب فکر اپنی فکر کو بڑی عمدہ اور مثالی سمجھتا ہے لیکن جب اس کو لکھتا ہے اور اس پر غور وخوض کرتا ہے تو اس کو اپنی اس سوچ کی کوئی اہمیت ہی نظر نہیں آتی، اسی وجہ سے ہمارے قدوہ حضرت محمد ﷺ نے ہم کو حکم دیا ہے کہ علم لکھ کر محفوظ کردیا جائے۔

ییل یونیورسٹی نے ۱۹۵۳ء کو منصوبہ بندی اور مقاصد سے متعلق ایک تحقیق نشر کی تھی، اس میں کہا گیا ہے کہ صرف تین فیصد لوگ اپنے مقاصد متعین کرتے ہیں۔

اور صرف ایک فیصد اپنے مقاصد کو لکھتے ہیں، جو اپنے مقاصد لکھتے ہیں وہ اپنے ۹۷ فیصد مقاصد میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

واقعی اور حقیقی مقاصد

مقاصد متعین کرتے وقت آپ کے سامنے دو طاقتیں ہوں گی:

خیالی قوت جو صرف بٹن دباتے ہی دوری کو قریب کرنے، برائیوں کی اصلاح کرنے، ظلم وزیادتی کو ختم کرنے اور عدل وانصاف کی حکومت قائم کرنے والے مقاصد طے کرے گی، لیکن کیا یہ ممکن ہے؟

اور واقعی اور حقیقی طاقت جو مندرجہ ذیل چیزوں کو اہمیت دیتی ہے:

☆ تم جن چیزوں اور وسائل کے مالک ہو (کام کرنے والے افراد کی تعداد، مقاصد کو پورا کرنے میں ان کی صلاحیت کی مقدار)

☆ کیا رکاوٹیں پیش آئیں گی (مادی، سیاسی، لوگوں کی تمہارے کام سے عدم واقفیت)

اسی وجہ سے مقاصد ایسے اختیار کیے جائیں جن میں مندرجہ ذیل اوصاف ہوں:

☆ مقاصد واقعی ہوں جن کو پورا کرنا ممکن ہو، تمام اسباب اختیار کیے جائیں اور تمام رکاوٹوں کے لیے احتیاط برتی جائے۔

☆ مقاصد واضح ہوں، ان میں کوئی پیچیدگی اور غموض نہ ہو۔

☆ نظام الاوقات سے مربوط ہوں۔

☆ سمجھ میں آنے والے ہوں۔

☆ بلند حوصلہ ہوں جو شخصیت، معاشرہ اور امت کے معیار کو بلند کرنے والے ہوں

بہترین مقصد کے اوصاف:

☆ بلند حوصلہ ☆ واقعی (جس کو پورا کرنا ممکن ہو)

☆ واضح ☆ سمجھ میں آنے والا

☆ نظام الاوقات سے مربوط

ضروری ہدایات

☆ مقاصد کی تعیین کے وقت ان مقاصد سے تعلق رکھنے والے افراد کو شریک کرنا ضروری ہے، اگر خاندان سے متعلق مقاصد متعین کرنا ہو تو خاندان والوں کو شریک کرنا ضروری ہے، اگر اپنی کمپنی کے مقاصد متعین کر رہے ہو تو کمپنی کے ذمہ داروں کو شریک

کرنا ضروری ہے، اگر عمل طلابی کے مقاصد کی تعیین کی جارہی ہو تو عمل طلابی کے ذمہ داروں کو شریک کرنا چاہیے۔

☆ پھر اپنے مقصد کا خاکہ تیار کرنا چاہیے، اس کو پورا کرنے کا پختہ ارادہ ہونا چاہیے، اس کے لیے ہمیشہ جذباتی رہنا چاہیے، اپنا مقصد حاصل کرنے کے بعد ملنے والے نتائج وثمرات، اس کی تکمیل کے بعد حاصل ہونے والی سعادت وخوشی اور اس کے نتیجہ میں ملنے والے اجر کو ہمیشہ اپنے ذہن میں رکھنا چاہیے، اس سے تمہارے جذبات میں اضافہ ہوگا۔

۲۔ اپنی سرگرمیوں کا منصوبہ تیار رکھنا چاہیے

☆ مقاصد کی تعیین کے بعد ہر مقصد کی تکمیل کے لیے ضروری سرگرمیوں کی تعیین کی جاتی ہے، ہم اولیت اور اہمیت کے اعتبار سے ان سرگرمیوں کو مرتب کرتے ہیں (سب سے زیادہ اہم، اہم، کم اہم)، کم اہمیت والی سرگرمیوں کو ضائع ہونے والے اوقات کے خانہ میں رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۳۔ نظام الاوقات

☆ ہم ہر سرگرمی کا نظام الاوقات بنائیں گے (سالانہ، ماہانہ، ہفتہ واری) سرگرمیوں کو زمانہ کے ساتھ مربوط رکھنا ابتداء میں بھی اور انتہا میں بھی ایک پہلو سے منصوبہ کو منضبط کرنے اور دوسرے پہلو سے وقت کو منضبط کرنے کے لیے بڑی اہمیت رکھتا ہے کیونکہ کھلے وقت سے پورا وقت ضائع ہوجاتا ہے۔

☆ ہم منصوبہ بندی کے لیے کافی وقت نکالیں، کیونکہ اس پر بہت ساری چیزیں موقوف رہتی ہیں۔

منصوبہ بندی کے اقدامات:

۱۔ مقاصد کی تعیین
۲۔ سرگرمیوں کی تعیین
۳۔ نظام الاوقات کی تعیین

یومیہ نظام الاوقات (چاٹ)

یومیہ چاٹ کی تیاری منصوبہ بندی کا آخری اور نفاذ کا ابتدائی مرحلہ ہے، اگر منصوبہ بندی پختہ ہوگی اور اس کے ساتھ یومیہ چاٹ بھی منضبط ہوگا تو اس کا نفاذ بھی اچھے انداز میں ہوگا اور نتائج توقع کے مطابق بہترین نکلیں گے۔

یومیہ چاٹ کو ترتیب دینے سے پہلے دو کام کرنا ضروری ہے:

ا۔ وقت کا تجزیہ

وقت کے تجزیہ کا مقصد اس بات کو جاننا ہے کہ ہم اپنے اوقات کیسے گزاریں؟ ہماری سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ ہمارے اکثر کام روٹینی ہوتے ہیں اور اس کو روٹینی شکل میں انجام دیا جاتا ہے۔

ہمارے کاموں کا صرف ۲۰ فیصد حصہ سے ہمارے مقاصد کا تعاون ہوتا ہے جب کہ ۸۰ فیصد روٹینی کام ہوتے ہیں جو مقاصد کی بنیادی طور پر مدد نہیں کرتے، میری اس بات کی توثیق کے لیے ہم کاغذ کا ایک ٹکڑا لیں اور ہمارے یومیہ کاموں کو قلم بند کریں پھر اس کو دیکھیں، ہمیں معلوم ہوگا کہ ہمارے اکثر کاموں کا ہمارے مقاصد سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے، یہ ایک پہلو ہے، اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ ہم اپنے اکثر کاموں کو روٹینی انداز میں انجام دیتے ہیں، ہم دوسرے نئے وسائل اور طریقہ کار اختیار نہیں کرتے جو کم وقت اور محنت میں ان کاموں کو نمٹا سکتے ہیں، بلکہ ہم ان کاموں

کو ہی چھوڑ سکتے ہیں۔

جب ہم اس طرح کریں گے تو ہمارے پاس کافی وقت بچے گا جس کو ہم بہت سے دوسرے اہم کاموں کی انجام دہی میں صرف کر سکتے ہیں۔

کیا تم جانتے ہو کہ

روزانہ آدھا گھنٹہ تمہارے کام کے اوقات میں اضافہ سے تمہاری سالانہ زندگی میں ایک مہینہ کا اضافہ ہوگا اس طرح اپنی زندگی بڑھائیے

۲۔ اپنے نشاط اور چستی کے اوقات سے واقفیت

ہم ان لوگوں کے بارے میں گفتگو نہیں کریں گے جو اپنا وقت ٹی وی، بازاروں، خوشی کی محفلوں اور ہوٹلوں میں تقسیم کرتے ہیں، ایسے لوگ اپنے وقت کا تجزیہ نہیں کرتے اور اپنے نشاط وچستی کے اوقات پر توجہ نہیں دیتے۔

لیکن ہم سنجیدہ انسان کے بارے میں گفتگو کریں گے جو زمانہ پر سبقت لے جاتا ہے، اپنے فرائض کو انجام دینے کے لیے اپنے اوقات کو غنیمت جانتا ہے، ہر انسان میں چستی اور نشاط کا متعین وقت اور موثر رہتا ہے، بعض اوقات ایسے ہوتے ہیں جن میں نشاط بلندی پر رہتا ہے اور بعض اوقات کم، جب انسان اپنے نشاط کے موثر سے واقف ہو جائے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ سب سے زیادہ اہم کاموں کو سب سے زیادہ

نشاط والے اوقات میں انجام دے تاکہ اس کی انجام دہی بہترین شکل میں ہو۔

یومیہ نظام الاوقات کو مرتب کرنے کے مراحل

اپنے اوقات کی یومیہ منصوبہ بندی کاموں کی انجام دہی کا پہلا قدم ہے، اس میں عام طور پر یومیہ کاموں کی فہرست بنائی جاتی ہے جو اس دن انجام دینے والے اہم اموراور اس کے نظام الاوقات پر مشتمل ہوتی ہے، اس کے لیے مندرجہ ذیل چیزوں کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

۱۔ اللہ کے نام سے شروع کیا جائے کیونکہ ہر وہ کام جو اللہ کے نام سے شروع نہیں کیا جاتا ناقص رہتا ہے، ہمیشہ اپنا اعلی مقصد مدنظر رکھنا چاہیے، اور اللہ سے دعا کرنی چاہیے کہ وہ ہم کو ضائع نہ کرے۔

۲۔ اپنے کاموں کی ہفتہ پر مشتمل فہرست سامنے رکھی جائے۔

۳۔ فہرست بنانے کے لیے دن کے آخری حصہ میں یا دوسرے دن کے ابتدائی حصہ میں ایک وقت متعین کیا جائے۔

۴۔ ایک فہرست بنائی جائے اور اس کو اپنے سامنے ہی کہیں رکھا جائے، بہت سی فہرستیں نہ بنائی جائیں۔

۵۔ اہم کاموں یعنی اولیات کو نشاط کے اوقات میں رکھا جائے۔

۶۔ ملتی جلتی سرگرمیوں کو ایک ساتھ جمع کیا جائے، فون فیکس وانٹرنیٹ یا ملاقات و سامان کی خریداری اور نماز کو جانا وغیرہ کاموں کو ایک ساتھ انجام دیا جائے۔

۷۔ اپنے مقاصد کو پورا کرنے والے کاموں پر سب سے پہلے توجہ دی جائے۔

۸۰/۲۰ کے اصول کو یاد رکھیے

ہمارے ۸۰ فیصد کام...... ہمارے ۲۰ فیصد مقاصد کو پورا کرتے ہیں

ہمارے ۲۰ فیصد کام...... ہمارے ۸۰ فیصد مقاصد کو پورا کرتے ہیں

۸۔ ہر کام کے لیے وقت متعین کیا جائے، یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ وقت کے ساتھ غیر مربوط کام کبھی پورے نہیں ہوتے۔

۹۔ اپنے یومیہ کاموں کی طرف رجوع کیا جائے اور اپنی فہرست دیکھی جائے پھر

☆ غیر ضروری کاموں کو فہرست سے نکال دو۔

☆ جو کام دوسروں کے حوالے کیے جاسکتے ہوں ان کو دوسروں کے حوالے کرو کاموں کو دوسروں کے حوالے کرنے سے زیادہ اہم کاموں کی انجام دہی میں تم کو مدد ملے گی، اور سوچنے کے لیے وقت زیادہ ملے گا، روٹین کاموں سے چھٹکارا ملے گا اور دوسروں کے تجربات سے استفادہ کرنے کا موقع بھی ملے گا۔

ہمیشہ یاد رکھو
ذمہ داری دوسروں کے حوالہ نہیں کی جاتی

☆ کاموں کی انجام دہی کے لیے بہترین اسلوب اپناؤ۔

۱۰۔ اپنے وقت کی ہر منٹ کا چارٹ نہ بناؤ بلکہ تمہارا منصوبہ پختہ ہونا ضروری ہے۔

۱۱۔ آرام وراحت کے لیے وقت متعین کیا جائے۔

۱۲۔ اپنی فہرست اور چارٹ کا پورا التزام رکھنا چاہیے اور حتی الامکان اس کے خلاف نہیں کرنا چاہیے۔

۱۳۔ ترتیب میں افراط سے کام نہ لیا جائے۔

نفاذ

جب تم سابقہ تمام امور کو انجام دو گے تو تمہارے پاس سالانہ، ماہانہ اور ہفتہ واری منصوبہ تیار رہے گا، یومیہ کاموں کی فہرست بھی ہوگی، لیکن نفاذ کے دوران رکاوٹوں سے بچنے اور بہترین نتائج وثمرات حاصل کرنے کے لیے چند ہدایات پر عمل کرنا ضروری ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اے ابن آدم! دن تمہارے پاس مہمان ہوکر آتا ہے، اس لیے اس کے ساتھ بہتر سلوک کرو، اگر تم بہتر سلوک کروگے تو وہ تمہاری تعریف کرتے ہوئے چلا جائے گا، اگر بدتر سلوک کروگے تو تمہاری مذمت کرتے ہوئے چلا جائے گا، اس طرح رات کا بھی معاملہ ہے''۔

ان ہی کا قول ہے: ''ابن آدم پر آنے والا ہر دن کہتا ہے: اے ابن آدم! میں نئی مخلوق ہوں، تیرے کاموں پر گواہ ہوں، اس لیے مجھ سے فائدہ اٹھا کیونکہ جب میں چلی جاؤں گی تو قیامت تک واپس نہیں آؤں گی، تم جو چاہو اگلی زندگی کے لیے پیش کرو، تم اس کو اپنے سامنے پاؤ گے اور جو چاہے پیچھے کردو وہ لوٹ کر دوبارہ تمہارے پاس نہیں آئے گا''۔

اب نفاذ کی مندرجہ ذیل ہدایات پر غور کیجیے:

۱۔ اپنی یومیہ فہرست پر نظر رکھو اور اس کی پابندی کرو۔

۲۔ کاموں کوجلدی انجام دینے والے بنو، اور یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ سب سے اہم قدم ابتدائی ہوتے ہیں، بیزائل اپنے بارود کا ۸۰ فیصد حصہ پہلے لحات میں پھینکتا ہے۔

قرآن کریم نے مسارعت اور جلدی کرنے پر ہم کو ابھارا ہے ﴿وسارعوا الی مغفرة من ربكم وجنة عرضها السموات والأرض أعدت للمتقين﴾ (آل عمران -۱۳۳) "اپنے رب کی مغفرت اور اس جنت کی طرف لپکو جس کی وسعت آسمان اور زمینوں کے برابر ہے جو متقیوں کے لیے تیار کی گئی ہے"۔

نبی کریم ﷺ نے انسان پر پیش آنے والے سب سے زیادہ سخت ترین حالات میں بھی ہم کو مسارعت کا حکم دیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر قیامت آجائے اور تم میں سے کسی کے ہاتھ میں پودا ہو اور اس کو بو سکتا ہو تو بوئے"، کیا تم نے اس سے زیادہ مسارعت کی خواہش دیکھی ہے کہ پودا بویا جائے اور اس کے نتیجہ کا انتظار نہ کیا جائے۔

۳۔ ہمیشہ مشکل یا طبیعت پر بار کاموں سے ابتداء کرو اور اس کو نشاط و چستی کے اوقات میں انجام دو، اور یہ اصول اچھی طرح سمجھ لو کہ ابتداء جس طرح ہوگی انتہا بھی اسی طرح ہوگی یعنی جتنے اچھے اور بہتر انداز میں کام کی ابتداء ہوگی اسی اچھے انداز میں وہ کام انجام پائے گا۔

۴۔ بڑے کاموں پر زیادہ توجہ دو، اس کو اجزاء میں تقسیم کرو یا متعدد کاموں میں بانٹ دو، اور اس کو انجام دینا شروع کرو، انشاء اللہ وہ کام پایۂ تکمیل تک پہنچے گا۔

۵۔ کاموں کو انجام دینے والے بنو، اس طور پر کہ

☆ ایک ہی کام پر اپنی توجہ مرکوز کرو، اپنی محنت اور دماغ کو تقسیم نہ کرو، ایک ہی وقت

میں ایک سے زائد کام نہ کرو، اوراللہ کا فرمان یاد کرو ﴿ماجعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ﴾ (الاحزاب) ''اللہ تعالی نے کسی کے پیٹ میں دو دل نہیں بنائے''۔

☆ تردد نہ کرو، جو کام اپنے سامنے ہو اس کو انجام دو، اس کو مکمل کرنے سے پہلے دوسرا کام شروع نہ کرو۔

اذا کنت ذا رأی فکن ذا عزیمۃ　　　فان فساد الرأی أن تتردد

اگر تم صاحب الرائے ہو تو پختہ ارادہ والے بنو، کیونکہ رائے کے بگاڑ کی وجہ سے تردد ہوتا ہے

انجام دہی کا ضد ٹال مٹول ہے، اس سے مراد آج کا کام کل پر ٹالنا ہے، ابن قیمؒ فرماتے ہیں: ٹال مٹول کرنے سے بچو کیونکہ یہ ابلیس کا سب سے بڑا لشکر ہے۔

سلف صالحین میں سے کسی سے کہا گیا: ہمیں وصیت کیجئے، انہوں نے فرمایا: میں تم کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں پھر ٹال مٹول کی ہلاکت سے، بچو، تم سے پہلے والوں کو ٹال مٹول نے ہی ہلاک کیا ہے۔

نبی کریم ﷺ اپنی دعا میں کہا کرتے تھے: ''اللھم انا نعوذ بک من العجز والکسل'' ۔''اے اللہ ہم تیری پناہ مانگتے ہیں عجز سے اور کاہلی سے''

لیکن لوگ ٹال مٹول کیوں کرتے ہیں؟

اس کے اسباب مندرجہ ذیل ہیں:

☆ سستی　☆ بڑے کاموں سے فرار　☆ ناکامی کا خوف

☆ بہترین وقت کا انتظار..... یہ وہم ہے، تحقیقات سے ثابت ہو چکا ہے کہ ۹۰ فیصد ایجادات کاموں کے دوران ہوتی ہیں۔

☆ غفلت : اللہ تعالی فرماتا ہے ﴿ولقد ذرأنا لجہنم کثیرا من الجن والانس لہم قلوب لا یفقہون بہا ولہم أعین لا یبصرون بہا ولہم آذان لا یسمعون بہا أولئک کالأنعام بل ہم أضل أولئک ہم الغافلون ﴾ (الاعراف ۱۷۹) "بہت سے جنات اورانسانوں کوہم نے جہنم کے لیے پیدا کیاہے، ان کے دل تو ہیں لیکن وہ سمجھتے نہیں، ان کی آنکھیں تو ہیں لیکن وہ دیکھتے نہیں، ان کے کان تو ہیں لیکن سنتے نہیں، وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر ہیں، یہی لوگ غافل ہیں"۔

۶۔ اپنے کاموں میں پختگی پیدا کرو، کاموں کوانجام دینے کے لیے بہترین طریقہ اپناؤ، کاموں میں پختگی دینی فریضہ ہے جس کواللہ پسند کرتا ہے، اوراس سے تمہاری محنت اوروقت کی بچت ہوتی ہے کیونکہ اپنے کیے ہوئے کام کی طرف دوبارہ رجوع کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی (اللہ تعالی کو یہ بات پسند ہے کہ جب تم میں سے کوئی کسی کام کوانجام دے تو پختگی کے ساتھ انجام دے)۔

۷۔ حتی الامکان مقررہ وقت پر کام پورا کرو۔

۸۔ یہ بات سیکھو کہ کبھی "نہیں" نہ کہو، اس سے کبھی ذمہ دار کوغصہ آ سکتا ہے، لیکن نفی اس انداز میں کرو کہ کسی کوغصہ نہ آئے، مثلاً تم اپنے ذمہ دار کے پاس جاؤ اوراپنی ذمہ داریوں اور پہلے انجام دیے جانے والے ضروری کاموں کی تفصیل بتاؤ تا کہ اس کو اطمینان ہوجائے کہ تم مشغول ہو۔

لیکن تھوڑی دیر رکو: نہیں کہنے سے پہلے تمہارے پاس اس سے بڑا ہاں ہونا ضروری ہے

۹۔ اپنے کام کو منقطع نہ کرو، حافظ عینی نے اپنی کتاب "عمدۃ القاری" میں لکھا ہے کہ امام محمد بن سلام املاء کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اور شیخ حدیث بیان کر رہے تھے کہ محمد بن سلام کا قلم ٹوٹ گیا، انہوں نے اعلان کرنے کا حکم دیا کہ ایک دینار میں ایک قلم چاہیے، ہر طرف سے قلموں کی بارش شروع ہوگئی، انہوں نے ایک قلم کے لیے ایک دینار کی قربانی دی تاکہ اپنے شیخ کے ساتھ چل رہا ان کا کام منقطع نہ ہو۔

خطیب بغدادی نے جاحظ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ جب بھی کوئی کتاب اس کے ہاتھ لگتی تو اس کو شروع سے آخر تک پڑھتا، لیکن آج سروے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بھی کتاب کو خریدنے والے ۱۰ فیصد لوگ بھی پہلی فصل سے آگے نہیں بڑھتے، کیا تم نے سنجیدہ قوم اور بیکار قوم کے درمیان فرق دیکھ لیا؟

۱۰۔ وقت ضائع کرنے والی چیزوں کا مقابلہ مہارت سے کیجیے، وقت ضائع کرنے والے بعض امور شخصی ہوتے ہیں مثلاً: منصوبہ بندی اور کاموں کی حوالگی کی ضرورت، انتشار، ٹال مٹول، انکار کی عدم صلاحیت، دلچسپی کا فقدان اور اکتاہٹ، زائد مثالیت، مناقشہ اور جدل سے دلچسپی اور لگاؤ۔

وقت ضائع کرنے والے بعض امور ہنگامی ہوتے ہیں مثلاً زائرین، فون، ٹی وی، میٹنگوں کی کثرت، انتظار، ہنگامی حالات، خطوط کی کثرت، روٹین اور تجاویز۔ یہ بات صرف تم پر ہی موقوف ہے کہ تم ان امور کے ساتھ کیسے پیش آتے ہو۔

۱۱۔ ہنگامی افکار و خیالات سے بچنا، کاموں کے دوران بہت سے افکار ذہن میں آتے ہیں جس کو ہم اس وقت اہم سمجھتے ہیں، کبھی ہم اس کے خاطر اپنا کام منقطع کرتے ہیں

یا کم از کم تھوڑی دیر کے لیے ہی سہی ان میں مشغول ہو جاتے ہیں مثلاً فلاں سے رابطہ، کسی گمشدہ چیز کی تلاش اور دوسرے کام کو شروع کرنا وغیرہ، اس وقت تم پر مندرجہ ذیل ہدایات پر عمل کرنا ضروری ہے:

☆ ان افکار کو قبول نہ کرو کیونکہ یہ وقت برباد کرنے والے ہیں۔

☆ اپنا کام منقطع نہ کرو، مگر یہ کہ کوئی واقعی ضرورت ہو۔

☆ ان افکار کو بعد میں غور کرنے کے لیے کسی کاغذ پر لکھ دو، جب تم اپنا کام مکمل کرلو گے اور اس فہرست پر نظر ڈالو گے تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ان کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔

۱۲۔ اپنے کاموں کو پانچ منٹ کے نسخہ سے انجام دو، بہت سے کام پانچ منٹ سے زیادہ کے نہیں ہوتے مثلاً کسی کی رائے معلوم کرنا مختصر رپورٹ تیار کرنا وغیرہ۔

ان کاموں کو علی الفور انجام دے کر اس سے چھٹکارا پانا چاہیے۔

۱۳۔ ضائع ہونے والے اوقات سے فائدہ اٹھایئے، مثلاً سواری کے انتظار میں گزرنے والا وقت اور کاموں کے درمیان ملنے والے اوقات وغیرہ، ضائع ہونے والے اوقات ہمارے تصور اور گمان سے زیادہ ہیں، اگر ہم ان اوقات سے استفادہ کریں گے تو ہمیں بہت فائدہ ہوگا، ہم ان کاموں کی فائل تیار کر سکتے ہو جن کو ضائع ہونے والے اوقات میں انجام دیا جا سکتا ہے مثلاً اخبارات کا مطالعہ، قرآن کی تلاوت، کسی کتاب کا مطالعہ، کیسٹس سننا، فون پر کسی سے رابطہ کرنا، اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کے حالات دریافت کرنا وغیرہ۔

خطیب بغدادی نے فتح ابن خاکان کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ اپنے آستین میں کتاب رکھتے، جب متوکل کی مجلس سے اٹھ کر چلے جاتے یا نماز پڑھنے نکلتے تو کتاب نکال کر چلتے ہوئے پڑھنے لگتے یہاں تک کہ اپنی منزل پر پہونچتے، پھر واپسی میں بھی اسی طرح کرتے، اگر متوکل اپنی ضرورت کے لیے نکلتا تب بھی اپنے آستین سے کتاب نکال کر متوکل کے آنے تک پڑھتے رہتے۔

۱۴۔ اپنے دوسرے کام کی طرف منتقل ہو جاؤ، کاموں کے درمیان کا اپنا وقت ضائع نہ کرو، قاضی شریح کا گزر جولاہوں کی قوم سے ہوا، وہ کھیل رہے تھے، قاضی نے ان سے پوچھا: تم کھیل کیوں رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ہم اپنے کاموں سے فارغ ہو گئے ہیں، اس پر قاضی صاحب نے فرمایا: کیا فارغ شخص کو اسی کا حکم دیا گیا ہے؟ اللہ تعالی نے اپنے نبی علیہ السلام سے کہا ہے: ﴿فاذا فرغت فانصب﴾ (الم نشرح ۷) ''جب تم فارغ ہو جاؤ تو (میری عبادت کے لیے) کھڑے ہو جاؤ''۔

ایک کام اور دوسرے کام کے درمیان وقت کو ضائع نہ کرو۔

۱۵۔ اپنے وعدوں کا خیال رکھو

☆ اپنے مقررہ اوقات کو اچھی طرح ترتیب دو۔

☆ وقت، جگہ اور مقررہ جگہ پہونچنے کے وسائل سے اچھی طرح واقفیت حاصل کرو۔

☆ پہلے سے وقت کی تعیین کے بغیر کسی کی ملاقات نہ کرو، دوسروں کا ان کے اپنے اوقات سے استفادہ کرنے میں تعاون کرو۔

☆ ملاقات کے آداب کا خیال رکھو۔

۱۶۔ اکتاہٹ سے بچو، راحت وآرام کے لیے بھی ایک وقت متعین کرو، لیکن اس کی بھی حد ہو، شیخ یوسف قرضاوی فرماتے ہیں: ''ہماری زندگی سنجیدہ ہونا ضروری ہے جس کے دوران کچھ راحت کا وقت ہو، نہ کہ ہماری زندگی راحت بن جائے اور سنجیدگی کے لیے کچھ وقت دیا جائے''۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دلوں کو راحت دو کیونکہ دل جب تھک جاتے ہیں تو اندھے ہو جاتے ہیں۔

ہماری مشکل یہ ہے کہ راحت اور آرام اپنے حق سے زیادہ وقت لے لیتے ہیں، لیکن ہمارا مطلب یہ ہے کہ راحت کے لیے مناسب وقت ہو اور اس کے مناسب حدود ہوں اور یہ گناہ کی حد تک نہ پہونچ جائے بلکہ اگر انسان مفید چیزوں کے ذریعہ اپنے نفس کو راحت پہونچائے تو آرام کے مقابلہ میں یہ بہتر ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ جب گفتگو سے تھک جاتے تو کہتے: ''شعراء کا دیوان لے آؤ'' محدث ابن شعبہ رحمۃ اللہ علیہ جب حدیث کو املا کرا کے تھک جاتے تو اشعار گنگنانے لگتے، بہتر یہ ہے کہ ہمارے منصوبہ کے ضمن میں راحت بھی ہو، اس طرح اکتاہٹ کا احساس ہی ختم ہو جائے گا اور راحت کے اوقات بھی متعین ہو جائیں گے۔

اکتاہٹ کے اسباب کو معلوم کر کے اس کا علاج بھی کرنا چاہیے، اسی طرح اپنے کام کرنے کی جگہ یا اپنی ڈائریوں کی تبدیلی سے بھی اکتاہٹ دور ہوتی ہے۔

۱۷۔ ورزش: اپنے جسم کو چست اور توانا بنانے کے لیے ورزش پر توجہ دینا ضروری ہے تاکہ اپنی ذمہ داریوں کو صحیح طور پر انجام دے سکو، رسول اللہ ﷺ کے قول کو ہمیشہ یاد

رکھو: طاقت ور مؤمن بہتر اور پسندیدہ ہے کمزور مؤمن کے مقابلہ میں''، پرانی کہاوت ہے:''صحیح وسالم جسم میں عقل سلیم ہونی چاہیے''، محمد بن ابی حاتم بخاری کے بارے میں کہتے ہیں:''میں بہت سالوں تک ان کے ساتھ رہا لیکن میں نے صرف دو مرتبہ ان کے تیر کا نشانہ خطا کرتے دیکھا، دوڑ میں ان کے مقابلہ میں کوئی کامیاب نہیں ہوتا تھا''، بخاری علم میں اپنی مشغولیت کے باوجود صحیح نشانہ بازی اور دوڑ میں حد درجہ مشق کرتے تھے......سوچنا چاہیے کہ ہمارے لیے ان لوگوں کی اقتداء کرنا کتنا ضروری ہے۔

۱۸۔ اپنے وقت کی ترتیب کی پابندی کیجیے اپنے مقصد تک پہونچ جاؤ گے، صبر اور پابندی کے ہتھیار سے مسلح رہو اور ہر وقت تمہارے ذہن میں یہ آیت کریمہ مستحضر رہے ﴿والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا﴾ (العنکبوت ۶۹)''جو ہم میں کوشش اور مجاہدہ کرتے ہیں ہم ان کے لیے اپنے راستے کھول دیتے ہیں''۔

ہدایات برائے نفاذ

۱۔ اپنے یومیہ اوقات کی پابندی کرو۔

۲۔ کاموں کو جلدی انجام دینے والے بنو۔

۳۔ سخت کاموں سے ابتداء کرو۔

۴۔ بڑی ذمہ داریوں پر خصوصی توجہ دو۔

۵۔ کاموں کو انجام دینے والے بنو۔

۶۔ اپنے کاموں میں پختگی پیدا کرو۔

۷۔ مقررہ وقت پر کام مکمل کرو۔

۸۔ کبھی کام کرنے سے انکار نہ کرو۔

۹۔ اپنے کام کو منقطع نہ کرو۔

۱۰۔ وقت ضائع کرنے والی چیزوں سے بچو۔

۱۱۔ ہنگامی افکار و خیالات سے بچو۔

۱۲۔ پانچ منٹ کا نسخہ اپناؤ۔

۱۳۔ ضائع ہونے والے اوقات سے استفادہ کرو۔

۱۴۔ اپنی دوسری ذمہ داری کی طرف منتقل ہو جاؤ۔

۱۵۔ اپنے وعدوں کی پابندی کرو۔

۱۶۔ اکتاہٹ سے بچو۔

۱۷۔ ورزش کی پابندی کرو۔

۱۸۔ اپنے وقت کی ترتیب کی پابندی کرو۔

متابعت اور نگرانی

نگرانی اور متابعت کا مطلب سابقہ منصوبہ کے نفاذ کا موازنہ اس مقصد سے کرنا کہ غلطیوں کی تعیین کی جائے اور مثبت امور سے فائدہ اٹھایا جائے اور منفی امور سے بچا جائے۔

فعال نگرانی کے اوصاف مندرجہ ذیل ہیں:

ا۔ فوری: نگرانی اور متابعت نفاذ کے ساتھ ہی الاول فالاول کے اعتبار سے کی جائے تاکہ وقت نکلنے سے پہلے کوتاہیوں اور کمیوں کا علاج کیا جا سکے۔

۲۔ استمرار: نگرانی مسلسل جاری رہے اور تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد نتائج کو جمع کیا جائے

۳۔ اقتصادی نگرانی: وقت اور محنت فائدہ سے زیادہ خرچ نہ کیے جائیں۔

۴۔ اصلاحی نگرانی: صرف غلطیوں کو لکھنے اور نفس کو ڈانٹنے کے مقصد سے نہ ہو۔

۵۔ مضبوط نگرانی: صرف حقیقت سے ہٹ کر جامد کاروائیاں نہ ہوں بلکہ منصوبہ اور اس کو نافذ کرنے کے حالات کے مناسب بھی ہو۔

وقت کے انتظامی مراحل

☆ وقت کی منصوبہ بندی

☆ یومیہ کاموں کی فہرست

☆ نفاذ

☆ متابعت اور نگرانی

چوتھا باب

کاموں پر مکمل توجہ

کاموں پر توجہ سے مراد کاموں میں پوری طرح منہمک اور غرق ہونا ہے تا کہ کام پختگی اور عمدگی کے اعلیٰ درجہ تک پہنچ جائے۔

انتظام کے ماہرین کہتے ہیں کہ زندگی میں کوئی بھی بیماری ایسی نہیں پائی جاتی جس کو سخت کام اور پوری توجہ شفاء نہ دیتی ہو۔

افراد اور قائدین کو لاحق خطرناک بیماریوں میں سے ایک اپنے کاموں پر توجہ نہ دینا ہے، امتحان میں آدمی کو عزت ملتی ہے یا ذلت، جب سال کے اخیر میں امتحان کے دن قریب آتے ہیں تو طالب علم جس کو امتحان کی تیاری میں منہمک ہو جانا چاہیے وہ اس کو چھوڑ کر دوسری ہر چیز میں مشغول ہو جاتا ہے، وہ کتاب کھول رہا ہے، خاندان والوں کو اپنے آنے کی خبر دینے کے لیے خط لکھ رہا ہے، پھر وہ سوچتا ہے کہ ٹی وی پر فلاں ڈرامہ یا سیریل دیکھے، فٹ بال کا میچ دیکھنے کے لیے اسٹیڈیم جا رہا ہے، اس طرح وہ تعلیم کو ضائع کرتا ہے اور امتحان میں ناکام ہو جاتا ہے، اس کا سبب ایک ہی کام یعنی اپنی پڑھائی پر توجہ نہ دینا ہے۔

مہمل اور بیکار طالب علم کی طرح ہر انسان دنیا کی مشکلات کو حل کرنے کی کوشش کرتا ہے حالانکہ وہ اپنی ذاتی مشکلات کو حل کرنے پر توجہ نہیں دیتا تو وہ دنیا کی مشکلات حل کرنے میں بھی ناکام ہوتا ہے اور اپنا بھی نقصان کرتا ہے۔

ہر مسئلہ کے لیے مخصوص وقت رہتا ہے

بعض لوگ تم سے کہیں گے: لیکن میں مطالعہ پر توجہ دیتا ہوں، میں نے امتحان کے دوران بہت سی کتابیں پڑھی ہیں، ان جیسے لوگوں سے ہم کہیں گے: ایک وقت کے لیے ایک مسئلہ رہتا ہے، اس وقت صرف اسی پر توجہ دینا ضروری ہے، طالب علم امتحان سے پہلے نصاب تعلیم کی کتابوں کے مطالعہ پر توجہ دیتا ہے تو کامیاب ہوتا ہے، کسان کے لیے کٹائی کے موسم سے پہلے ضروری ہے کہ بارش کا موسم شروع ہونے سے پہلے دھان کاٹ لے، اسی طرح سیاست دان، منتظم اور اقتصادی آدمی کا حال ہے، ہر وقت میں اس کے پاس خاص مسئلہ اور ایک ہی ذمہ داری رہتی ہے، اسی پر توجہ دینا ضروری ہے۔

بعض قائدین ہر کام پر توجہ دیتے ہیں، ایک کام کے بعض حصہ میں پختگی پیدا کرتے ہیں اور اس سے ہٹ کر دوسرے کاموں میں مشغول ہوتے ہیں تو اس پر پوری توجہ نہیں دیتے جس کے نتیجہ میں کام ضائع ہو جاتے ہیں، اسی طرح وقت بھی برباد ہو جاتا ہے، اگر وہ اپنی پوری کوشش اور محنت وصلاحیت اپنے استطاعت کے کاموں میں لگاتے اور دوسروں کو ان کی استطاعت کا کام دیتے تو تمام امور اچھے ڈھنگ سے ارادہ وخواہش کے مطابق انجام پاتے، سب لوگ اپنی کوشش کرتے اور بہترین نتائج وثمرات سامنے آتے، یہ مسئلہ ان مرکزی قائدین کو پیش آتا ہے جو تمام کام اپنے ہاتھوں ہی سے انجام دینا پسند کرتے ہیں، فراش کا کام کرتے ہیں اور دو ٹوک تجاویز تیار کرتے ہیں حالانکہ انتظامی کاموں میں بڑے تجربات اور ذہنی

فراغت کی ضرورت ہوتی ہے، اس کے پیچھے صرف انانیت ہی کارفرما نہیں رہتی بلکہ کبھی کبھار کاموں کو بہترین انداز میں انجام دینے کی خواہش کے ساتھ یہ خیال بھی رہتا ہے کہ یہ کام اس کے ذریعہ ہی صحیح طور پر انجام پائے گا، یہ بہت بڑا وہم ہے، زمانہ کے گزرنے کے ساتھ عاملین میں سے بعض افراد کام کے بغیر رہ جائیں گے یا ان کی ایجادی صلاحیتیں ختم ہو جائیں گی اور وہ ہر چیز کو انجام دینے کی وجہ سے کوتاہ اور ہر وقت تھکا ماندہ رہے گا جس کے نتیجہ میں کامل توجہ نہیں رہے گی اور پیداوار اور انتاج میں کمزوری آئے گی۔

مستقبل کا سرخیل

تحقیقات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ عبقری لوگ یعنی مستقبل کا سرخیل گروہ مندرجہ ذیل صفات کا حامل ہوتا ہے:

☆ ایک وقت میں ایک ہی مقصد پر توجہ دینا ﴿ما جعل اللّٰہ لرجل من قلبین فی جوفہ﴾ (الاحزاب) ''اللہ تعالی نے کسی کے پیٹ میں دو دل نہیں بنائے''۔

☆ تجربہ اور پختگی سے اجتناب یعنی ایک ہی سوچ کو اپناتے ہیں، اگر اس سے بہتر دوسری سوچ یا پہلی سوچ کا عدم فائدہ ان پر واضح ہو جاتا ہے تو اس کو چھوڑنا ان کے لیے بار نہیں ہوتا ''حکمت مؤمن کا گمشدہ مال ہے''۔

☆ ان کے پاس ہر مشکل کے لیے منظم طریقہ کار رہتا ہے یہاں تک کہ ہنگامی مشکل کے لیے بھی۔

مندرجہ ذیل چیزیں کسی چیز پر توجہ مرکوز کرنے کے لیے معاون ہوتی ہیں:

۱۔ اولیات یعنی الاول فالاول کاموں کی تعیین اور ترقی کا پختہ ارادہ

۲۔ ہر سرگرمی کے لیے وقت کی تعیین

۳۔ ذمہ داریوں کی تقسیم اور حوالگی

۴۔ موضوع بحث مسئلہ میں کامل انہماک، کام کے دوران اس مسئلہ پر غور وخوض کیا جائے، اس طرح کام سے فارغ ہونے کے بعد بھی کرے، اپنی پوری محنت اس میں صرف کرے، اور اس کام کو مکمل کرنے سے پہلے اس کو ترک نہ کرے

۵۔ اہم سرگرمی کے لیے ایسے وقت کی ضرورت ہوتی ہے جس میں انسان کا ذہن صاف اور جسم چست رہتا ہے مثلاً صبح کا ابتدائی وقت (میری امت کے لیے صبح کے وقت میں برکت رکھی گئی ہے)۔

☆ اپنے اولیات کی تعیین کیجئے

☆ ہر سرگرمی اور کام کے لیے وقت خاص کیجئے

☆ حتی الامکان کاموں کو دوسروں کے حوالہ کیجئے

☆ اپنے اہم مسائل میں مشغول ہو جائیے

☆ چستی کے وقت سے فائدہ اٹھائیے

پانچواں باب

مسلم نوجوان کی ذمہ داریاں

مسلم نوجوان یا طالب علم بیداری کا ستون اور تبدیلی کا سنگ بنیاد ہے،
تبدیلی فرد سے شروع ہوتی ہے پھر اس کا دائرہ بڑھ کر معاشرہ میں تبدیلی آتی ہے،
اللہ تبارک وتعالی تبدیلی کے بنیادی اصول کو مقرر کرتے ہوئے فرماتا ہے ﴿ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم ﴾ (الرعد ۱۱) ''اللہ کسی قوم میں اس وقت تک تبدیلی نہیں لاتے جب تک وہ اپنے اندر تبدیلی نہ لے آئیں''۔

اسی وجہ سے مسلم نوجوان اور طالب علم کے لیے ضروری ہے کہ اپنی ذات اور شخصیت پر زیادہ توجہ دے، ان تمام پہلوؤں کی پابندی کرے جن کو اپنی زندگی میں منطبق کرنے کی دوسروں کو دعوت دی جاتی ہے، بڑے افسوس کی بات ہے کہ بہت سے لوگ تبدیلی کی بات کرتے ہیں، لوگوں کو اس کے فضائل سناتے ہیں لیکن تم ان ہی کو اسے اپنی زندگی میں منطبق کرنے سے گریز کرتے دیکھو گے، دراں حالانکہ لوگ ایسی مثالوں کو ناپسند کرتے ہیں ﴿یا ایہا الذین آمنوا لم تقولون ما لا تفعلون، کبر مقتا عند اللہ أن تقولوا ما لا تفعلون ﴾ (الصف ۲) ''اے ایمان والو! تم ایسی بات کیوں کہتے ہو جو تم نہیں کرتے، اللہ کو سب سے زیادہ ناپسند چیز یہ ہے کہ تم وہ بات کہو جس پر تم عمل نہیں کرتے''۔

تبدیلی کے ضمن میں اسلام ہر مسلمان کو وصیت کرتا ہے کہ اپنی شخصیت کی کامل اور متوازن شکل میں تشکیل میں تعاون کرنے والے تمام پہلوؤں پر توجہ دے، اس کا طریقہ کار مندرجہ ذیل ہے:

☆ ایمانی واعتقادی تربیت: یہ دین، امت اور فرد مسلم کی تعمیر کی بنیاد ہے۔

☆ نیت وارادہ کی تربیت: نیت اور ارادہ کو بہترین سلوک کی تشکیل کے لیے ٹریننگ دی جائے

☆ انسانی تربیت: جس سے تمام لوگوں پر توجہ دینے والا صالح انسان تیار ہوتا ہے

﴿یا أیہا الناس انا خلقناکم من ذکر وأنثیٰ وجعلناکم شعوباً وقبائل لتعارفوا﴾ (الحجرات ۱۳) "اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم کو قبیلوں اور خاندانوں میں تقسیم کیا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو"۔

☆ کامل اور شامل تربیت: جو انسان کے مادی اور روحانی دونوں پہلوؤں کو شامل ہے

☆ متوازن تربیت: انسان کی تمام صلاحیتوں کے درمیان توازن باقی رکھتی ہے۔

☆ واقعی تربیت: حقیقت اور اس کے تمام مطالبات کا خیال رکھتی ہے۔

☆ مسلسل تربیت ☆ اخلاقی تربیت

☆ اجتماعی تربیت: جو خاندان، معاشرہ اور پوری امت کو شامل ہے۔

جب انسان اپنے پروردگار کے نہج پر جما رہتا ہے، اس کے حقوق وواجبات سے واقف ہو جاتا ہے، اپنے ترجیحی کاموں کو متعین کرتا ہے، اپنے وقت کی منصوبہ بندی کرتا ہے تو وہ اپنے تمام مطلوبہ کاموں کو انجام دے سکتا ہے اور اس کے ذریعہ اپنی ذات اور معاشرہ میں بھی تبدیلی لا سکتا ہے، ہم یہاں پر بعض ان ذمہ داریوں کو پیش کر رہے ہیں۔

۱۔ ایمان اور علم و تعلیم

اسلام نے انسانی شخصیت کی تعمیر پر بڑی توجہ دی ہے اور اس کے مادی، روحانی اور عقلی تمام پہلوؤں کی رعایت کی ہے، ہر پہلو دوسرے پر اثر انداز ہوتا ہے، اور سعادت اعتدال و توازن سے حاصل ہوتی ہے اور ان صلاحیتوں کو مکمل کرتی ہے اور ان کا تعاون کرتی ہے۔

☆ علم کے ذریعہ انسان خیر اور شر کے درمیان امتیاز کرتا ہے اور علم ہی قوموں کی تعمیر اور معاشرہ کی بیداری کا واحد راستہ ہے، اللہ فرماتا ہے ﴿هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون﴾ (الزمر ۹) ''کیا علم والے اور بغیر علم والے یکساں ہوسکتے ہیں''

مقصود و مطلوب دین اور دنیا دونوں کا علم ہے، اسلامی تہذیب کا منارہ دونوں جہاں میں اس وقت تک بلند نہیں ہوسکتا جب تک مسلمان علم حاصل کرنے میں سبقت نہ کریں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: فرشتے طلب علم میں اپنے گھر سے نکلنے والے ہر شخص کے لیے اس کے اس عمل سے خوش ہوکر اپنے پر بچھادیتے ہیں (ابن ماجہ و احمد)۔

مسلمان کے لیے علم و فن کے اعلی درجات تک پہنچنا ضروری ہے تاکہ وہ علم اور ایمان کی بنیادوں پر آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق پر غور کرتے ہوئے اپنی شخصیت اور اپنے معاشرہ کی تعمیر کرے ﴿ان فی خلق السموات والأرض واختلاف الليل والنهار لآيات لأولى الألباب الذين يذكرون الله قياما وقعودا

وعلی جنوبہم ویتفکرون فی خلق السموات والأرض، ربنا ماخلقت ھذا باطلا سبحانک فقنا عذاب النار ﴾ (آل عمران ۱۹۰۔۱۹۱) ''بے شک آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق میں، رات اور دن کے آنے جانے میں عقل مندوں کے لیے نشانیاں ہیں جو کھڑے بیٹھے اور لیٹے اللہ کا ذکر کرتے ہیں، اور آسمانوں وزمینوں کی تخلیق پر غور کرتے ہیں (وہ کہتے ہیں) اے ہمارے پروردگار! تو نے یہ بیکار پیدا نہیں کیا، تیری ذات پاک ہے، ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا''۔

☆ ایک وقت اللہ کے ذکر کے لیے ہو''تمہاری زبان اللہ کی ذکر سے ہمیشہ تر رہے(احمد)

☆ ایک وقت علمی کتابوں کے مطالعہ کے لیے، ہو''جس کے ساتھ اللہ خیر کا معاملہ کرنا چاہتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا کرتا ہے''۔

☆ ایک وقت قرآن پڑھنے اور پڑھانے کے لیے ہو''تم میں بہتر وہ شخص ہے جو قرآن پڑھتا اور پڑھاتا ہے''(بخاری)۔

☆ ایک وقت پورے خشوع وخضوع کے ساتھ عبادت اور نوافل کی ادائیگی کے لیے ہو''میرا بندہ نوافل کے ذریعہ مجھ سے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں(بخاری)۔

☆ ایک وقت اپنے اختصاص کے میدان میں علمی مذاکرہ کے لیے ہو، تاکہ وہ اپنے اختصاص میں پختگی اور اتقان پیدا کرے، ''اللہ کو یہ بات پسند ہے کہ جب تم میں سے کوئی کسی کام کو انجام دے تو اس کو پختگی کے ساتھ کرے''، مطالعہ علوم کی کنجی ہے ﴿اقرء باسم ربک الذی خلق﴾ (علق ۱) ''پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے تم کو

پیدا کیا''، اسی طرح متنوع ثقافت اور علوم عبقریت کی کنجی ہے۔

صالح معاشرہ مسلمان کے صلاح میں اضافہ کرتا ہے، اس پر توجہ دیتا ہے اور اس کی رعایت کرتا ہے، آج کے مہذب معاشرے، ان کے پاس موجود فساد و بگاڑ کے وسائل، اسلام سے دور کرنے والے بلکہ اسلام سے متحارب مناہج تعلیم، مختلف قسم کے ذرائع ابلاغ اور اس کے ذریعہ پھیلائے جانے والے زہر نے مطالعہ اور پڑھائی کو طالب علم کے نزدیک سب چیزوں کے مقابلہ میں کم درجہ کی چیز بنا دیا ہے، جب طلباء کوئی چیز پڑھتے ہوئے نظر آتے ہیں تو ان کے ہاتھوں میں پہیلیوں کی کتابیں، جاسوسی ناول، پیار و محبت کے افسانے یا اخلاق بگاڑنے والے جنسی مجلات نظر آتے ہیں۔

جب کوئی فرقہ ان بدترین حالات کے خلاف بغاوت کرتا ہے تو ان کو کچہری میں پیش کیا جاتا ہے، اس کا سبب صرف یہ ہوتا ہے کہ ان کے پاس اسلامی کتابیں پائی جاتی ہیں

ان تمام چیزوں کو دیکھتے ہوئے مسلم طالب علم، اسلامی عمل طلابی اور اسلامی تحریکات کے لیے ضروری ہے کہ وہ مندرجہ ذیل باتوں پر خصوصی توجہ دیں:

☆ مطالعہ اور اس کے وسائل مہیا کرنے پر توجہ دی جائے۔

☆ محاضرات اور کانفرنسوں پر عقل و شعور کو وسعت دینے اور مختلف ثقافتوں کے حصول کے لیے توجہ دی جائے۔

☆ کیمپ منعقد کیے جائیں تا کہ اسلامی سلوک کے مطابق نوجوانوں کو تربیت دی جائے

☆ ایمانی اجتماعات منعقد کیے جائیں تا کہ اسکولوں اور مناہج تعلیم میں موجود کمیاں اس کے ذریعہ پوری کی جائیں۔

☆ علمی اختصاص پر اس طرح توجہ دی جائے کہ اسپیشلسٹ مسلم نوجوان اپنے معاشرہ میں اپنے علم، اخلاق اور اختصاص کی وجہ سے ممتاز قائد بن کر ابھرے۔

☆ نیک صحبت پر توجہ دی جائے، جب بھول جاؤ تو وہ تمہیں یاد دلائے اور نیک کام کرنے میں تمہارا تعاون کرے، ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''آدمی کا اندازہ اس شخص سے لگاؤ جس کی وہ صحبت اختیار کیے ہوئے ہے کیونکہ آدمی اپنے جیسے آدمی کی ہی صحبت اختیار کرتا ہے''، آج کل یہ محاورہ عام ہو گیا ہے ''مجھے بتاؤ کہ تمہارا ساتھی اور دوست کون ہے، میں تم کو بتادوں گا کہ تم کون ہو''۔

یہ تمام اسباب ووسائل ایک مسلمان کو اپنا طریقہ کار متعین کرنے اور جب کوتاہی ہو جائے تو اپنے نفس کا محاسبہ کرنے میں تعاون کرتے ہیں، اسی طرح اس کو اپنی شخصیت سے یہ سوال کرنے والا ملتا ہے کہ تم نے یہ کیا کیا؟ تم نے اپنا وقت کہاں صرف کیا؟

بہترین دوست مفید کتاب

۲۔کام کے اوقات

مسلمان داعی سرگرم اور چست رہتا ہے، عمل اس کے پاس عبادت کا درجہ رکھتا ہے اور کاموں کو پختگی کے ساتھ انجام دیناثواب کا کام، بیکار بیٹھے ہوئے آدمی کی اسلامی معاشرہ میں کوئی حیثیت اور عزت نہیں ہے، خلیفہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں کسی آدمی کو دیکھتا ہوں تو مجھے پسند آتا ہے لیکن جب مجھے بتایا جاتا ہے کہ وہ کوئی کام نہیں کرتا تو وہ میری نگاہوں سے گر جاتا ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہر مسلمان پر صدقہ کرنا ضروری ہے، صحابہ نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! اگر اس کے پاس کچھ نہ ہو تو؟ آپ نے فرمایا: وہ محنت کرے اور خود اپنی ذات کو فائدہ پہونچائے اور صدقہ کرے (یعنی یہی اس کے لیے صدقہ ہے) صحابہ نے دریافت کیا: اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو یا یہ بھی نہ کرے تو؟ آپ نے فرمایا: ضرورت مند کی مدد کرے، صحابہ نے کہا: اگر یہ بھی نہ کرے تو؟ آپ نے فرمایا: بھلائی کا حکم دے، صحابہ نے پھر دریافت کیا: یہ بھی نہ کرے تو؟ آپ نے فرمایا: برائی سے باز آئے، یہ بھی صدقہ ہے"۔ (بخاری ومسلم)

مسلمان اپنا ہر کام منظم طریقہ سے انجام دیتا ہے، ہر حق والے کا حق ادا کرتا ہے، اپنے اوقات کو منظم کرتا ہے، کام کے لیے مناسب وقت متعین کرتا ہے، اس موضوع پر گفتگو کرنے سے پہلے کام اور عمل سے متعلق بعض عام اصولوں کو بیان کرنا

ضروری ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ جب کام کے لیے جاؤ تو تمہاری صحت اچھی ہو اور اس کام کے لیے اپنی مکمل لیاقت وصلاحیت کا احساس ہو، اگر سخت سر درد یا بخار یا زیادہ تھکن کا احساس ہو تو کسی صورت میں بھی تمہارا کام مکمل نہیں ہو گا یا کام پر مکمل توجہ نہیں ہو گی یا کام ہی نہیں کر پاؤ گے اور اپنے وقت کو فعال شکل میں منظم نہیں کر سکو گے، بلا وجہ بھڑک جاؤ گے، چھوٹی سی غلطی پر غصہ آ جائے گا، تمہارے لیے بہتر یہ ہے کہ مناسب وقت تک آرام کر لو اور اپنے مرض سے شفایاب ہو جانے کے بعد کام کے لیے واپس آ جاؤ۔

۲۔ جس کام کو شروع کیا ہے اس کو پایہ تکمیل تک پہنچاؤ، ایک کام کے مکمل ہونے سے پہلے دوسرے کام میں ہاتھ ڈالنے سے وقت ضائع ہوتا ہے، اور ایک کام کے مکمل ہونے سے دوسرا کام کرنے کی خواہش وجذبہ اور نشاط میں اضافہ ہوتا ہے۔

۳۔ ہر کام کے اخیر میں عقل تھک جاتی ہے اور جسم چور چور ہو جاتا ہے اور تھوڑی سی راحت کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، اس صورت میں سب سے بہتر یہ ہے کہ جس کام کو تم انجام دے رہے ہو اس سے ہٹ کر دوسرے قسم کے کام یا ایک موضوع سے دوسرے موضوع میں منتقل ہو جاؤ، انتظامی امور کے ماہرین اس کا یہ حل بیان کرتے ہیں کہ راحت اور آرام سے تھکن دور کرنے کے بجائے دوسرے کام میں مشغول ہونا بہتر ہے۔

۴۔ مشکلات پر قابو پانا: مؤثر انداز میں وقت کو منظم کرنے کا یہ لازمی جزء ہے، ہر وقت مشکلات اور بحرانوں کے مقابلہ کے لیے تیار رہنا چاہیے، کیونکہ اس طرح وقت گزرنے کے ساتھ تمہارا موقف مثبت ہو جائے گا جس سے تم تمام مشکلات کو جلدی

حل کرنے پر قادر ہو جاؤ گے۔

۵۔ اگر تم بعض لوگوں کے ساتھ مل کر کام کرتے ہو یا چند افراد کے ذمہ دار ہو تو دوسروں سے کم از کم آدھا گھنٹہ پہلے کام پر پہنچنا چاہیے، اس قیمتی وقت میں تم ان اہم کاموں کو تیار رکھ سکتے ہو جن پر زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہوتی ہے، اور اپنے ماتحت کام کرنے والوں کے حوالہ کرنے کے کام بھی تیار رکھ سکتے ہو، اس طرح دفتر پہونچتے ہی ہر ایک کو اپنا کام سامنے نظر آئے گا۔

۶۔ اپنے وقت کی قیمت پہچانو، اگر تم دس لوگوں کے ذمہ دار ہو اور آٹھ گھنٹے کام کرتے ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے دفتری کام کا وقت یومیہ ۸۰ گھنٹے ہیں اور تم ان سے بہترین انداز میں کام لینے کے ذمہ دار ہو، اگر یہ لوگ تمہاری وجہ سے تمہاری تعلیمات اور ہدایات کے انتظار میں کام کیے بغیر بیٹھیں رہیں گے تو یہ تمہاری بہت بڑی غلطی ہے، یہ کام کے وقت کا بہت بڑا نقصان ہے کیونکہ اس طرح وہ کام کے بغیر رہ جائیں گے، ان اوقات کو سرگرم اور فعال انداز میں استعمال میں لانے کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ تمام رفقاء کار کو صبح سویرے اجلاس میں بلایا جائے اور اس چھوٹی سی کانفرنس کے دوران کاموں کو تقسیم کیا جائے، پھر ان کی مختلف سرگرمیوں کے درمیان تعاون کیا جائے اور اس سے پہلے دیے گئے کاموں کی انجام دہی کے سلسلہ میں سرسری رپورٹ لی جائے، یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہیے کہ نتائج وثمرات پر توجہ دینا چاہیے، تفصیلات میں نہیں جانا چاہیے۔

مناسب یہ ہے کہ ایک ایک رفیق کار کو بلا کر کئی دنوں سے اس کے حوالہ کیے گئے کاموں کی عدم انجام دہی پر محاسبہ کیا جائے۔

۷۔ ہر فرد کو اس کے مناسب کام دینا چاہیے، آج کا کام کل پر نہ ٹالا جائے، اس کے ساتھ اپنے رفقاء کار کو بہترین ٹریننگ دینا بھی ضروری ہے تا کہ وہ ایک ہی جذبہ کے ساتھ کام کریں۔

۸۔ تمہارا کوئی تربیت یافتہ نائب رہنا بھی ضروری ہے جو بعض موقعوں پر تمہاری طرف رجوع کیے بغیر مناسب تجاویز اختیار کر سکتا ہو کیونکہ اس طرح کے نائب سے تمہارا بہت بڑا وقت بچ جائے گا جس کو تم اپنے دوسرے اہم کاموں میں لگا سکتے ہو۔

۹۔ نئی ٹیکنالوجی کی دین مختلف آلات کا استعمال ضروری ہے مثلاً فون، کیمرہ، پرنٹر، کمپوٹر، کیلکولیٹر، پوسٹ، فیکس وغیرہ دوسرے آلات جن سے کام آسان ہوتا ہے اور ان سے وقت بچانے اور اس کو منظم کرنے میں تعاون ملتا ہے۔

۱۰۔ فائلوں اور موضوعات کو ترتیب دینا ضروری ہے، تم کو بہت سے بڑے بڑے ذمہ دار نظر آئیں گے جو کوئی مقالہ یا پرچہ تلاش کرتے ہیں تو ان کو ملتا نہیں کیونکہ وہ ان اہم کاغذات کو اس مقصد سے منظم جگہوں پر رکھنے کے عادی نہیں رہتے، ایک بہترین کہاوت ہے "ہر چیز اپنی جگہ پر ہے کیونکہ ہر چیز کی ایک جگہ متعین رہتی ہے"، یہ بہت ہی اچھا اصول ہے جس سے مشغول آدمی کا بڑا وقت بچتا ہے، ہم کہہ سکتے ہیں کہ سب سے زیادہ وقت کو ضائع کرنے والا تمہارے آس پاس کا ماحول ہے، غیر مرتب میز، ادھر ادھر پھیلے ہوئے کاغذات وغیرہ۔

کام کے دن :

☆ چست اور نشیط رہو

☆ جس کام کو شروع کیا ہے پایہ تکمیل تک پہنچاؤ

☆ کام اور راحت کی ترتیب کی پابندی کرو

☆ مشکلات کو حل کرنے کا فن سیکھو

☆ دفتر سب سے پہلے تم پہنچو

☆ اپنے اور دوسروں کے اوقات کی قیمت پہچانو

☆ آج کا کام کل پر نہ ٹالو

☆ اپنے نائب کو ٹریننگ دو

☆ نئے آلات کو استعمال کرو

☆ اپنے کام، اپنی فائلوں، اپنے موضوعات کو مرتب رکھو

بعض سرگرمیاں

ا۔خطوط

"جب تم کوسلام کیاجائے تواس کا بہتر جواب دو" اس ادب کی اسلام نے ہم کوتعلیم دی ہے، خط سلام کی طرح ہی ہے،اس کا بہترین انداز میں استقبال کرنا،اس میں لکھی ہوئی باتوں پرتوجہ دینااورجلد ازجلد اس کا جواب دیناضروری ہے، یہ بات پسندیدہ نہیں ہے کہ تم اپنے کسی ساتھی کے بارے میں یہ سنو کہ وہ صرف اپنے مزاج کی آمادگی نہ ہونے کی وجہ سے خطوط کا جواب نہیں دیتا، اس مسئلہ میں مزاج اور خواہش پرعمل کرنا تمہارے کاموں کے لیے نقصان دہ ہے، سوچو کہ اگرتم نے اپنے کسی ساتھی سے بعض مسائل دریافت کیے اور تمہارا خیال تھا کہ وہ تمہارا تعاون کرے گا، اس سلسلہ میں اس کے نام ارجنٹ خط بھیجا اور اس کے جواب کا انتظار کرنے لگے، بہت دنوں تک انتظار کرنے کے باوجود کوئی جواب موصول نہیں ہوا کیونکہ تمہارے اس ساتھی کا خط لکھنے کامزاج نہیں ہے۔

کیاتم بہت دن گزرنے اور طویل انتظار کے بعد اپنے احساسات کوبیان کرسکتے ہو؟؟ کیاتم اس کا یہ عذر قبول کرلوگے کہ میں جواب اس لیے نہیں لکھ سکا کہ میں خطوط لکھنے کا عادی نہیں ہوں؟

بہت سے موقعوں پر خطوط آتے ہیں جن کے لکھنے والوں کو تمہارے جواب کا انتظار رہتا ہے چاہے تمہارے حالات کچھ بھی ہوں اور جواب کسی بھی انداز میں دیا

جائے، جب تم ان کو جواب دو گے چاہے اس میں معذرت ہی کیوں نہ ہو، ان کو اطمینان ہو جائے گا اور تم پر اور تمہارے کاموں پر ان کے بھروسہ میں اضافہ ہو جائے گا، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے دوسرے خط میں تمہارے صرف جواب لکھنے کی وجہ سے تمہارا شکریہ ادا کریں۔

ایک کہاوت مشہور ہے "خط نصف ملاقات ہے"، میرا خیال ہے کہ ان دنوں اس محاورہ کی ضرورت زیادہ ہے، کیونکہ مسافتوں کی دوری اور کاموں کی کثرت کی وجہ سے تمہارے ساتھی یا دوست کے لیے ایک سے زیادہ خط لکھنا مشکل ہے!!

خط کے ذریعہ ہی ہم تبادلہ خیال کرتے ہیں

خط کے ذریعہ ہی کسی منصوبہ یا کانفرنس کے پروگرام پر اتفاق کرتے ہیں اور اس کے ذریعہ ہی ہم نئے دلوں اور نئے موقعوں کو جیتنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

ہر کانفرنس کے بعد جب میں اپنے گھر پہونچتا ہوں تو میں متعدد لوگوں کو ان کی بہترین مہمان نوازی یا استقبال یا ملاقات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے خط لکھتا ہوں، میں ان کے ساتھ گزرے ہوئے بہترین لمحات پر اپنی احسان مندی کا اظہار کرتا ہوں اور میں وضاحت کرتا ہوں کہ یہ کانفرنس مختلف نقطہ نظر کے تبادلہ کا بہترین اور مفید موقع تھا، ان افراد میں بعض لوگوں کے جوابات بھی آتے ہیں اور نئے و مفید تعلقات کی ابتداء ہوتی ہے۔

اس طرح سرسری ملاقات دائمی مفید ملاقات میں تبدیل ہو جاتی ہے، زندگی کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ سودمند تعارف کی ایک قسم ہے، مراسلت کرنے والے ہر شخص کی

فائل یا کارڈ بنانا ضروری ہے جس میں ان کے خطوط کا خلاصہ ہو، تا کہ ایک ہی فرد کو بار بار خط نہ لکھا جائے جس کے نتیجہ میں وقت گزرنے کے ساتھ تمہارے خطوط پر اس کی توجہ ختم ہو جاتی ہے۔

خطوط لکھنے کے لیے ایک وقت متعین کرنا چاہیے، اس وقت تمام خطوط کا جواب لکھا جائے، خط لکھنے یا خط کا جواب دینے میں تاخیر نہ کی جائے مگر یہ کہ تاخیر کی کوئی وجہ ہو۔

بہت سے لوگ تار کی طرح مختصر برجستہ خطوط لکھتے ہیں، یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ خط رابطہ کا ایک اہم عنصر ہے اور خط لکھنا فن بھی ہے، عبارت کی خوبصورتی، اس کی گہرائی، موضوع کے انتخاب کے حسن اور کلام میں نرمی کے بقدر فائدہ حاصل ہوتا ہے مسلم سیاست دان پروفیسر نجم الدین اربکان نے مجھ سے بتایا کہ انہوں نے ترکی کے ایک دور دراز علاقہ کا سفر کیا، ایک دوست کی ملاقات کے وقت میں نے دیکھا کہ وہ میرے ایک خط کو بڑے اہتمام سے فریم بنا کر رکھا ہے۔

کیا داعی حضرات اس پر توجہ دیتے ہیں؟

۲۔ فون کا استعمال

فون اللہ کی عطا کردہ عظیم نعمتوں میں سے ہے، خط سے خاموش الفاظ اور مردہ کاغذ منتقل ہوتا ہے تو فون سے آواز کی گرمی اور ملاقات کی حرارت منتقل ہوتی ہے، بہت سے لوگ ہمارے اس زمانہ کو گاڑیوں اور ہوائی جہاز پر قیاس کرتے ہوئے تیزی کے زمانہ سے موسوم کرتے ہیں، فون کے نمبر ڈائیل کرتے ہی مطلوبہ شخص حاضر ہو جاتا

ہے، آپس میں گفتگو ہوتی ہے، تبادلہ خیال ہوتا ہے اور کسی مسئلہ پر اتفاق ہوتا ہے
فون استعمال کرنے کے لیے چند ہدایات ذیل میں پیش کی جارہی ہیں:

☆ اپنے فون کو ڈائریکٹری سے مربوط کیا جاسکتا ہے، جس میں اہم فون نمبر لکھے جائیں اپنی ضرورت کے آدمی کا نمبر تلاش کرنے کے لیے صرف بٹن دبانا کافی ہوتا ہے جس کے بعد ایک ہی بٹن دباتے ہی اس آدمی کا نمبر خود بخود ڈائیل ہوجاتا ہے، اس سے محنت بھی بچتی ہے اور وقت کو منظم کرنے میں بھی مدد ملتی ہے۔

☆ اپنے فون کو ایسے آلہ سے مربوط کیا جاسکتا ہے، جس میں آنے والے فون کی باتیں ریکارڈ ہوجاتی ہیں جس کو مناسب وقت پر سنا جاسکتا ہے، اسی طرح آٹو میٹک میسج بھی ٹیپ کرکے رکھا جاسکتا ہے کہ بعد میں فون کیا جائے یا فلاں وقت یا دوسرے نمبر پر فون ملایا جائے یا کوئی پیغام دینا ہو تو بتائیے وغیرہ۔

☆ جن لوگوں سے رابطہ کرنا ہے ان کے فون نمبر اپنے معاون کے حوالہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ یہ نمبر ڈائیل کرے اور جب مطلوبہ شخص ملے تو مشترکہ فون پر بات کرائے۔

☆ اگر تم کو کسی اہم مسئلہ کے بارے میں گفتگو کرنا ہو تو اس کے ضروری کاغذات پہلے ہی ایک جگہ جمع کرلیں تاکہ کم سے کم وقت میں مطلوبہ بات مکمل کی جاسکے، گفتگو کے اہم نکتوں کو لکھنے کے لیے قلم اور کاپی بھی فون کے قریب ہی رکھنا چاہیے۔

مناسب اوقات میں فون سے رابطہ کرے، اسی طرح رابطہ کرنے والوں کو یہ بھی بتایا جاسکتا ہے کہ رابطہ کا بہترین وقت فلاں ہے۔

اس طرح تم اس عظیم نعمت سے استفادہ کرسکتے ہو جو دور رہنے والے کو

قریب اور مشکل کام کو آسان کرتی ہے اور بامقصد مسائل پر گفتگو کی جاسکتی ہے۔

نعمت کا استعمال اس کے حقیقی مقصد کو چھوڑ کر دوسرے مقاصد کے لیے کیا جاتا ہے تو یہی نعمت عذاب بن جاتی ہے، مثلاً فون نعمت ہے، کبھی یہ بیکار باتوں، وقت گزاری اور اداروں وافراد کو پریشان کرنے کے لیے استعمال کیا جائے تو کام ٹھپ پڑتے ہیں اور وقت ضائع ہوجاتا ہے، بغیر مقصد گفتگو کرنا، وقت گزاری کے لیے بولنا اور اس کے ضمن میں ہونے والی غیبتیں اور چغلیاں ایسی باتیں ہیں جن سے اسلام نے منع کیا ہے ﴿لا خير في كثير من نجواهم إلا من أمر بصدقة أو معروف أو إصلاح بين الناس﴾ (النساء ۱۱۴) ''ان کی بہت سی سرگوشیوں میں کوئی خیر نہیں رہتا، مگر اس شخص کی سرگوشی میں جو صدقہ یا بھلائی یا لوگوں کے درمیان صلح کرنے کا حکم دیتا ہے''۔

عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے سامنے ایسے لوگوں کا تذکرہ کیا گیا جو بغیر مقصد بہت زیادہ بولتے ہیں، آپ نے فرمایا: ''ان لوگوں کے لیے کام کرنا مشکل ہوا تو ان کے لیے گفتگو کرنا آسان ہوا''، انسان اس مصیبت سے کسی سودمند کام میں مشغول رہ کر اور مناقشہ وجدال سے اجتناب کر کے ہی بچ سکتا ہے چاہے وہ حق ہی پر کیوں نہ ہو

۳۔ ملاقات کے لیے آنے والے

کام کرنے والے شخص کے لیے ملاقاتیں اس کو پیش آنے والی اہم مشکلات میں سے ہے، یہ مصیبت مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر وجود میں آتی ہیں:

☆ وقت کی تنگ دامانی کی وجہ سے ملاقات کا کوئی وقت متعین نہ کرنا۔

☆ ملاقات کے لیے آنے والا فرد اس بات کو نہیں سمجھتا کہ کام کی جگہ، گھر اور پارک یا

کلب وغیرہ جگہوں کے درمیان فرق ہے، دفتر میں گفتگو دفتری کاموں سے متعلق ہونی چاہیے، ہنسی مذاق اور دوستانہ گفتگو کا وقت الگ رہتا ہے اور اس کی جگہ بھی دوسری رہتی ہے
☆ اخیر میں ملاقات کا کوئی مثبت نتیجہ یعنی محبت کی تکمیل، کسی مفاد کی ضمانت یا مودت واخوت میں اضافہ وغیرہ نہ ہو تو اس سے فائدہ سے زیادہ نقصان ہوتا ہے۔

ان تمام مسائل کے حل کے لیے اور ملاقات کے حقیقی مقصد تک پہنچنے کے لیے مندرجہ ذیل ہدایات پر عمل کرنا ضروری ہے:

ا۔ اگر تمہارے کاموں کا کوئی دفتر ہو تو سکریٹری کو زائرین پر توجہ دینی چاہیے، تمہارے ساتھ ملنے آنے والے افراد کے نام اور ان کی ضرورتوں کو پیش کرنا چاہیے، جس کی ملاقات کا وقت مقرر ہو اس کو پہلے بھیجنا چاہیے، بعض زائرین کو زیادہ وقت کی ضرورت رہتی ہے اور بعض افراد اپنی ضرورتوں کو جلد نمٹا سکتے ہیں مثلاً کوئی وصیت نامہ لکھنا یا کسی شخص سے فون پر گفتگو کرنا وغیرہ۔

جلدی نپٹائی جانے والی ضرورتوں کے افراد کو پہلے موقع دینا چاہیے۔

۲۔ دو افراد کو ایک ساتھ اندر نہ بلایا جائے، اگر دونوں کا مسئلہ یکساں ہو تو کوئی حرج نہیں، ایک کا کام ہوتے ہی اپنے معاون سے دوسرے شخص کو اندر بھیجنے کے لیے کہا جائے، اس سے اندر موجود شخص کو اپنی ملاقات کے ختم ہونے کا احساس ہو جائے گا۔

۳۔ جب تمہارے پاس دو آدمی بیٹھے ہوں، دونوں کے مسائل الگ الگ ہوں تو ایک سے باہر جانے کی درخواست کرے، ایک کا مسئلہ حل ہونے کے بعد دوسرے کو بلائے، اگر شروع میں اس کو باہر جانے کی وجہ سے ناگواری ہوئی ہو گی تو اپنا مسئلہ حل

ہونے کے بعد اس کو راحت ملے گی اور اس کو احساس ہوگا کہ دونوں کے مسائل حل کرنے کے لیے ایسا کرنا ضروری تھا۔

۴۔ اپنی ملاقات کا وقت متعین کرنے کی کوشش کیجیے، مثلاً ہر وقت ملاقاتی سے کہا جائے کہ ظہر کے بعد ملاقات ہوگی، اس طرح وقت کا بڑا حصہ بچ جائے گا۔

ملاقات کی اہمیت

ملاقات کو منظم کرنے اور وقت بچانے کے لیے یہ سب کاروائیاں کی جاسکتی ہیں لیکن اس کے ساتھ ہر ایک کے لیے ضروری ہے کہ آنے والے شخص کا استقبال کرے اور مسکراتے ہوئے اس کے ساتھ ملے (اپنے بھائی کے سامنے مسکرانا بھی صدقہ ہے)، اس انداز سے پیش آئے کہ اس کو محبت اور اخوت کا احساس ہو ﴿قول معروف خیر من صدقۃ یتبعہا أذی﴾ (البقرۃ ۲۶۳) ''بہترین بات اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد تکلیف دی جائے''، ملاقات کے لیے آنے والے کی بات دلچسپی سے سننا چاہیے، چاہے اس بات کا تم سے کوئی تعلق ہی کیوں نہ ہو۔

☆ ایک مرتبہ ایک بوڑھا شخص میرے پاس آیا، وہ چوتھی منزل تک چڑھ کر آنے کی وجہ سے تھکاوٹ سے ہانپ رہا تھا، اس نے مجھ سے پوچھا: یہاں اسامیوں کے لیے درخواستیں دی جاتی ہیں؟ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا بلکہ اس کو بیٹھنے کے لیے کہا اور ایک فنجان چائے پلائی، اس دوران اس کی تھکن دور ہوگئی، اس کے بعد میں نے اس کو درخواستیں جمع کرنے کی جگہ پہنچا دیا۔

☆ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی شخص تمہارے پاس آتا ہے، وہ پریشان کن مسئلہ سے

دوچار رہتا ہے اور جانتا بھی ہے کہ تم اس مشکل کو حل نہیں کر سکتے، اس کے باوجود وہ چاہتا ہے کہ تم اس کا مسئلہ سنو اور کوئی نہ کوئی مشورہ دو، یہ مسئلہ اس کو پریشان کیے ہوئے ہوتا ہے، ایسے وقت اس کے حسن ظن کے مطابق تعاون کرنا ضروری ہے (تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی ضرورت پورا کرنے کے لیے کوشش کرے اس کے لیے یہ بہتر ہے اس سے کہ وہ میری اس مسجد میں ایک مہینہ اعتکاف کرے۔

بھروسہ پیدا کرنا، محبت کا اظہار کرنا اور دوسروں کا تعاون کرنا ضروری ہے تا کہ لوگوں کو اطمینان اور یقین ہو جائے کہ دنیا میں ابھی خیر باقی ہے۔

جب تم دوسروں سے ملاقات کرنے جاؤ

جس طرح تم چاہتے ہو کہ وقت لے کر تمہاری ملاقات کی جائے، ملاقات مختصر ہو اور نظام کے مطابق تمہاری زیارت کی جائے، دوسروں سے ملاقات کرتے وقت بھی ان ہی چیزوں پر عمل کرنے کی کوشش کرو، فون کر کے ملاقات کا مناسب وقت معلوم کر لو، تمام دستاویزات اور سابقہ ملاقاتوں میں ہوئی گفتگو کا خلاصہ یہ سمجھ کر اپنے ساتھ لو کہ یہ آدمی موضوع گفتگو کو بھول بھی سکتا ہے اور اس سے موضوع پر نظر ثانی کرنا بھی آسان ہوتا ہے، انتظار میں عار محسوس نہ کرو، ان لوگوں کی طرح نہ ہو جو وقت لیے بغیر اور اجازت کے بغیر ہی اندر داخل ہو جاتے ہیں اور اپنے آپ کو نظام سے بالاتر سمجھتے ہیں، اس دوران سکریٹری کے ساتھ رابطہ کی کوشش کرو، ایک طرف اس کا کام آسان ہو جائے گا اور دوسری طرف تمہارا کام بھی آسان ہو جائے گا۔

لیکن معاشرتی ملاقاتیں جو ہم اپنی اولاد، رشتہ دار، پڑوسیوں یا دوسرے

قریبی لوگوں کے ساتھ کرتے ہیں وہ انسانی عادت میں شامل ہیں، خاندانی اور معاشرتی تعلقات کو پائیدار اور مستحکم بنانے میں اس کا بہت بڑا رول ہوتا ہے، اگر ہم ان ملاقاتوں میں کسی مقصد کو پیش نظر رکھیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جو کوئی صرف اللہ کے خاطر اپنے بھائی کی ملاقات کی جاتا ہے تو اللہ تعالی اس کے پاس ایک فرشتے کو بھیجتا ہے جو کہتا ہے: تم اچھے ہو، تمہارا چلنا اچھا ہے اور تم نے جنت میں اپنا ٹھکانہ بنالیا

ان ملاقاتوں کو مفید بنانے اور منفی اثرات سے پاک کرنے کے لیے مندرجہ ذیل ہدایات پر عمل کرنا ضروری ہے:

☆ ملاقات سے پہلے انسیت ہو، اللہ تعالی فرماتا ہے ﴿یا أیہا الذین آمنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستأنسوا﴾ (النور ۲۷) ”اے ایمان والو! اپنے علاوہ دوسروں کے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہونا جب تک تم ان سے مانوس نہ ہو جاؤ“۔

☆ حتی الامکان مختصر ملاقات کرو، اپنے اوقات کو برباد کر کے خود اپنی زندگی برباد کرنا جائز نہیں، ”اگر تمہارا کوئی کام ہو تو اس کو کم سے کم وقت میں مکمل کرو“۔

۴۔ اجتماعات

یہ سب سے اہم مسئلہ ہے جو منظم کرنے اور نظر ثانی کا سب سے زیادہ محتاج ہے، اسی پر ہمارے بہت سے کام اور سرگرمیاں موقوف رہتی ہیں بلکہ بعض اوقات اس پر تحریکوں اور جماعتوں کا انجام موقوف رہتا ہے، اس سے بھی آگے بڑھ کر ہم کہہ سکتے ہیں کہ قوموں اور خاندانوں کا انجام موقوف رہتا ہے، اس میں مختلف شعبوں کے سربراہوں کے ساتھ کاموں کی ترقی پر گفتگو اور اس کے مثبت ومنفی اثرات پر تبادلہ

خیال کے لیے منعقد کی جانے والی میٹنگیں بھی شامل ہیں اور ملکوں کے سربراہوں کے اجتماعات بھی داخل ہیں، تیسری دنیا میں یہ تمام اجتماعات گھٹیا انداز میں منعقد ہوتے ہیں جو ہمارے ملکوں کی پسماندگی اور ہماری تحریک کے منفی امور پر روشنی ڈالتے ہیں۔

ان کمیٹیوں کے منفی امور ان کی تشکیل ہی میں پوشیدہ رہتے ہیں، دراصل بلند معیاروں میں جس معاملہ پر تبادلہ خیال کیا جاتا ہے اس کی متابعت اور نفاذ کی نگرانی کے لیے مخصوص فنی کمیٹی کے حوالہ کیا جاتا ہے، اس طرح یہ کمیٹی بڑے اداروں کے کاموں کی تکمیل اور انجام دہی میں معاون بنتی ہیں لیکن آج اعلیٰ، متوسط اور کم درجہ کی تمام کمیٹیوں میں ایک ہی قسم کے افراد رہتے ہیں، وہی اپنی میٹنگوں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ چکر لگاتے رہتے ہیں، بالآخر یہ کمیٹیاں کمزور ہو کر ختم ہو جاتی ہیں۔

میں نے بڑی اہم میٹنگوں میں شرکت کی ہے، ادارہ کے ایک شعبہ کے لوگ شریک ہوتے ہیں تو دوسرے شعبہ کے لوگ غیر حاضر رہتے ہیں، کیونکہ دعوت نامہ یا ایجنڈا سبھوں تک نہیں پہونچتا، جب میٹنگ کا وقت متعین کیا جاتا ہے تو وقت مقررہ سے ایک دن یا دو دن پہلے خبر دی جاتی ہے جس کی وجہ سے مدعو دوسرے کاموں میں مشغول رہتے ہیں اور اس میٹنگ میں حاضر نہیں ہو سکتے۔

کبھی ایجنڈا کے بغیر ہی میٹنگ شروع ہوتی ہے جب کہ حاضرین بھی کبھی تبادلہ خیال کیے جانے والے امور پر غور وخوض کیے بغیر حاضر ہوتے ہیں، کبھی سابقہ میٹنگوں کے دستاویزات اور کاغذات بھی میٹنگ میں موجود نہیں رہتے۔

ماہرین کی عدم موجودگی، پوری تیاری کے ساتھ حاضر نہ ہونا، ایجنڈا اور کمیٹی

کے دستاویزات کی عدم موجودگی سے گفتگو یادوں اور نظریات میں تبدیل ہو جاتی ہے اور میٹنگ بغیر کسی فائدہ کے ختم ہو جاتی ہے اور شرکاء مطمئن ہوئے بغیر پچھلے پاؤں لوٹ جاتے ہیں۔

ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہیے، دنیا کے کونہ کونہ میں چھوٹے سے چھوٹے ذمہ دار سے لے کر دنیا کے سب سے بڑے ذمہ دار کی یہ میٹنگیں بہت اہم ہوتی ہیں، ترقی یافتہ دنیا میں بڑے لوگوں کے اجلاس منعقد ہونے سے پہلے ماہرین مختلف کمیٹیوں میں اقتصادی، سیاسی، فکری، ابلاغی اور تحریکی امور سے متعلق اپنے نظریات جمع کرتے ہیں، پھر میٹنگ ہوتی ہے تو کسی ایک احتمال کو ترجیح دینی ہوتی ہے، جہالت اور ناواقفیت کی وجہ سے ہم صرف اس کی قدر و قیمت سے صرف ناواقف ہی نہیں ہیں بلکہ ہم میں خود اعتمادی ہی نہیں ہے، کیونکہ ہمارے عہدیدار اپنے عوام اور متبعین سے ملاقات ہی کرنا نہیں چاہتے جس کے نتیجے میں افکار و خیالات ضائع ہو جاتے ہیں۔

مخصوص کمیٹیوں کی حیثیت اپنے کاموں کو انجام دینے کے لیے اسی کام کے لیے فارغ مستقل اداروں کی سی ہوتی ہے جو بہترین عناصر کو اکٹھا کرتی ہیں اور اہم معلومات کو جمع کرتی ہیں، بہترین تحقیقات صادر کرتی ہیں، کاموں کا منصوبہ بناتی ہیں، منصوبہ پر اتفاق کرتے ہیں جس کے نتیجے میں بہترین ثمرات اور نتائج نمودار ہوتے ہیں بلکہ ثمرات کی روشنی میں وہ کمیٹیاں منصوبہ کا تجزیہ کرتی ہیں۔

موجودہ زمانہ میں اثر انداز ہونے کے اصول بدل چکے ہیں، پرانے زمانہ میں ایک ہزار تیروں سے مسلح فوج پانچ سو تیروں سے مسلح فوج پر غالب آجاتی تھی،

لیکن آج دس افراد پر مشتمل چھوٹا سا مرکز معقول اور سمجھ میں آنے والی سیاسی تحقیقات صادر کرتا ہے تو وہ پوری دنیا کے لاکھوں افراد کی رہنمائی کر سکتا ہے، اسی طریقہ کار کو اپنا کر دنیا کی تمام قوموں میں یہودی سب سے زیادہ اثر انداز ہو رہے ہیں، وہ بیکار کی باتوں میں الجھے نہیں رہتے۔

مجھے استاذ نجم الدین اربکان نے بتایا کہ ترکی کی قومی سلامتی کونسل کی میٹنگوں میں کاموں کی فہرست پہلے ہی مقرر رہتی ہے، اس فہرست کے ہر ایجنڈے سے متعلق کونسل کا سکریٹری ایک حل پیش کرتا ہے پھر کئی حل سامنے آتے ہیں، اس طرح ہر ایجنڈا پر ہوتا ہے، پہلے ہی کاموں کی فہرست دقیق انداز میں تیار کی جاتی ہے اور ہر معاملہ کے تمام ممکنہ احتمالات کو جمع کیا جاتا ہے۔

ہم اپنے اقتصادی نظریات کس طرح قائم کریں؟

ہم اپنے سیاسی تجاویز کس طرح صادر کریں؟

کیا ہم نے کبھی اپنے پاس پہونچنے والی خبروں کی تحقیق کی ہے کہ یہ واقعات حقیقتاً پیش آچکے ہیں یا صرف خیالی وجذباتی ہیں جن کو دشمنوں نے ہماری پالیسیوں اور تجاویز پر اثر انداز ہونے کے لیے مشہور کر دیا ہے؟

ہمارے ذرائع ابلاغ کی کیا پالیسیاں ہوں؟

کیا ان علاقوں میں ہمارے نامہ نگار موجود ہیں جہاں مسلمان عالمی سازش کا بری طرح شکار ہو رہے ہیں؟ کیا دشمنوں کے سلسلہ میں ہمارے خیالات اور موقف میں اتحاد ہے؟

کیا ہم فلپائن، کشمیر، چیچنیا اور فلسطین کی سبھی تحریکات آزادی اور ان سے منسلک تمام افراد کو ایک ہی نگاہ سے دیکھتے ہیں؟

دنیا میں پائی جانے والی مسلم اقلیتوں کے بارے میں کیا ہمارا موقف ایک ہی ہے، ان کا تعاون اور اپنے ملکوں میں ان کے کردار کے سلسلہ میں ہماری مشترکہ رائے ہے؟

ہزاروں سوالات کیے جا سکتے ہیں، سب کے جوابات تعجب کے منفی نشانات پر مشتمل ہوں گے، یہ سب وسائل اور صلاحیتوں کی کمی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ بعض مرتبہ ان کی زیادتی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

کسی بھی ادارہ، تحریک، جماعت، حکومت اور پارٹی کی زندگی اور بیدار مغزی کی دلیل یہ ہے کہ ان میں ایسی مخصوص کمیٹیاں اور ادارے ہوں جو واقعات کی نگرانی، ان کے تجزیہ، ان کو مرتب کرنے اور تجاویز اختیار کرنے والوں تک ان کو پہونچانے کے کام کے لیے فارغ ہوں، اسی وقت ان کی تجویز خرافاتی ہونے کے بجائے جس پر گمان اور خواہش کا غلبہ ہوتا ہے حقیقی اور زمانہ کے مطابق تجویز بنے گی۔

۵۔ کانفرنس

کانفرنس ترقی یافتہ سوچ کی دین ہے جس میں متقارب سرگرمیوں اور خیالات کے لوگ ایک ہی جگہ پر مقررہ تاریخ میں مقررہ پروگرام کے مطابق جمع ہوتے ہیں، اس میں مفکرین آتے ہیں اور اپنی سرگرمیوں کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں، اس دوران تبادلہ خیال اور مناقشے ہوتے ہیں جس سے پیش کی گئی فکر اور سوچ زیادہ واضح ہو کر سامنے آتی ہے، ان کانفرنسوں میں کی جانے والی صرف تقریروں اور تبادلہ خیال

ومنا قشہ سے ہی فائدہ نہیں ہوتا بلکہ کانفرنس کی فضاء اس میں شریک افراداور ذمہ داران کے سلوک سے فائدہ اٹھا کرشریک ہونے والا ہر فرد نئی روح ، واضح تصورات اور بلند و فعال نفسیات کو اپنے دامن میں سمیٹ کر واپس لوٹتا ہے ،اس میں وہ نشاط وسرگرمی اور فعالیت کو اخذ کرتا ہے گویا اس حیثیت سے اس کی نئی پیدائش ہوتی ہے۔

ان دنوں ہرجگہ موضوع بحث اسلامی بیداری ہے،اسلامی بیداری نو جوانوں کے ذریعہ ہی آسکتی ہے، جب تم کسی مسجد میں جاؤ گے اوراس کو بوڑھوں سے بھری پاؤ گے تو منفی اثر لے کر واپس آؤ گے، کیونکہ بوڑھا مسجد کے علاوہ کسی دوسرے میدان کے کام کا ہے ہی نہیں ، اگر مسجد نو جوانوں سے بھری ملے گی تو اللہ کی تعریف اورشکر کرو گے اورتمہیں یقین ہوگا کہ اس شہر میں خیر ہے، کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ابھرتے ہوئے نوجوان نے دلچسپی کی تمام چیزوں کو لات مار کر مسجد کا رخ کیا ہے تا کہ اپنی اسلامی شخصیت کو یقینی بنائے ، نوجوانوں کی بیداری کانفرنسوں کے ذریعہ وجود میں آئی ہے، مسلم طلباء تنظیموں کے عالمی فیڈریشن جس نے اس طرح کی کانفرنسیں منعقد کی ہے اوراس میں تعاون کیا ہے کا اس بیداری کو غذا اور طاقت پہونچانے میں بڑا کردار ہے، جس نے اسلامی تحریکات کو فطری گہواروں کی طرح اپنا بنالیا ہے۔

کانفرنس سے اس کے متوقع نتائج وثمرات حاصل کرنے اوراس کے مقاصد کو بروئے کار لانے کے لیے مندرجہ ذیل شرائط کو پورا کرنا ضروری ہے:

ا۔ کانفرنس کی منصوبہ بندی ہو، اچانک کانفرنس نہ بلائی جائے بلکہ اس کے مقاصد اور پروگرام طے ہو۔

۲۔ کانفرنس اپنے موضوع کے اعتبار سے کامل ہو: ایک ہی موضوع پر بار بار کانفرنس نہ رکھی جائے بلکہ مراہقت کے موضوع پر الگ کانفرنس ہو، کسی نظریہ کے لیے الگ کانفرنس ہو، منصوبہ بندی کے لیے الگ اور سیاست کے لیے الگ ہو وغیرہ۔

۳۔ کانفرنس سے خطاب کرنے والوں کا انتخاب بڑی توجہ اور باریکی سے کیا جائے، کانفرنس کے ذمہ دار اس بات کے عادی ہو گئے ہیں کہ صرف علم، شہرت یا علمی و اسلامی مرتبہ و مقام یا مشہور خطیب ہونے کی وجہ سے اپنے ملکوں سے مقررین کو بلاتے ہیں، بلاشبہ یہ کام بڑا مفید ہے، جس سے نئی نسل اپنے اساتذہ سے رابطہ کرتی ہے اور مقررین نئی نسل کی سرگرمیوں سے واقف ہوتے ہیں جس کے نتیجہ میں دونوں گروہ کو فائدہ ہوتا ہے لیکن انتخاب میں گہرائی سے کام نہ لینے کی صورت میں کانفرنس کو کبھی کبھار مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

☆ اس مقرر کو اپنے ملک میں کوئی مشکل درپیش ہوتی ہے تو وہ کانفرنس میں اس کو پیش کرتا ہے جس کے نتیجہ میں کانفرنس پر منفی اثرات پڑتے ہیں کیونکہ وہ اس کانفرنس کا موضوع بحث ہی نہیں رہتا، جس سے لوگ بٹ جاتے ہیں جو ان کی وحدت اور قوت پر برا اثر ڈالتی ہے۔

☆ کوئی مقرر ایسے ملک کا باشندہ رہتا ہے جہاں کے وسائل اور طریقے غیر ترقی یافتہ رہتے ہیں جس کے نتیجہ میں اس کی فکر اور رہنمائی کرنے کا اسلوب محدود رہتا ہے، وہ ایسے فکری مسائل کو چھیڑتا ہے جن کی انتہاپسندی اور اصولوں سے انحراف کی وجہ سے زمانہ ان کے ختم ہونے کا فیصلہ کب کا سنا چکا ہوتا ہے، لیکن یہ مقرر کتابوں کی تہہ یا اپنے

ملک کی پسماندگی کے دائروں سے ان کو کھود کھود کر نکالتا ہے تا کہ ان کو کانفرنس میں پیش کیا جائے جہاں اسلامی دنیا کے بہترین نوجوان جمع رہتے ہیں جو دنیا کی بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں ترقی یافتہ علوم پڑھ رہے ہوتے ہیں، جس کے نتیجہ میں کانفرنس میں ایسے سوالات اٹھتے ہیں جس سے امت کی تاریخ کی برائیاں سامنے آتی ہیں اور مسلمانوں کی وراثت پر بھروسہ اور اعتماد ڈگمگا جاتا ہے۔

اسی وجہ سے بڑے اہتمام سے مقرر کا انتخاب کرنا چاہیے، پہلے اس کے ساتھ موضوع پر اتفاق کیا جائے اور وہ اس پر مقالہ تیار کر کے کانفرنس کے ذمہ داران تک پہونچائے، جب اس کا مقالہ منظور کیا جائے تو مقرر یا محاضر کو بلایا جائے ورنہ اس سے معذرت کی جائے۔

مقرر یا محاضر کے اچانک انتخاب سے انتشار ہوتا ہے، اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں اور کمزور افکار ونظریات پھیلنے لگتے ہیں، جس کے نتیجہ میں ایک جماعت کئی جماعتوں اور ایک تنظیم مختلف پارٹیوں میں بٹ جاتی ہے۔

۳۔ کانفرنس کے لیے قوم کے مختلف طبقات پر توجہ دینے والے موضوعات متعین کیے جائیں، جن سے امت کے مختلف مسائل کا علاج اور مداوئی ہو، اور اس میں حاضر ہونے کی ہر اس شخص کو دعوت دی جائے جو حاضر ہو سکتا ہو، اور ان امور پر علمی روح کے ساتھ بحث اور تبادلہ خیال کیا جائے، تعصب اور گروہ بندی سے بچا جائے، کیونکہ کانفرنس میں بہترین بات کو بلند معیار تک پہونچانے کا موقع رہتا ہے، اس کے ساتھ ہر وہ شخص ہم آہنگ ہوتا ہے جو اس امت کی بھلائی چاہتا ہے، اگر ہم ان موضوعات پر غور کریں جن

پر اسلامی اور طلباء کی کانفرنسوں میں بیس سالوں کے دوران تبادلہ خیال ہوا ہے اور جن کے متعلق تحریک اسلامی کے اجتماعات میں گفتگو ہوئی ہے تو ہمیں معلوم ہوگا کہ وہ مکمل طور پر وہی موضوعات ہیں جن کے بارے میں اسلامی ذہن رکھنے والے افراد اپنے گھروں اور مجلسوں میں تبادلہ خیال کرتے رہے ہیں، میں ان تحقیقات سے واقف ہوں جن کو بعض غیر اسلامی کانفرنسوں کے بعد نشر کیا گیا ہے، یہ تحقیقات بہت ہی اہم ہیں، ان میں گہرے اور مفید موضوعات پر بحث کی گئی ہے اور یہ تحقیقات کتابوں کی شکل میں شائع بھی ہوئی ہیں جو آج محققین کے لیے مراجع کی حیثیت رکھتی ہیں، اس کے مقابلہ میں ہماری کانفرنسوں نے علم و معرفت اور ٹیکنالوجی کے میدان میں کون سی تحقیقات پیش کی ہیں، ہمارے اہم اجتماعی، سیاسی اور اقتصادی مسائل کا کیا حل پیش کیا ہے؟

کانفرنس اسلامی ذہن رکھنے والے افراد کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ اور غیر مسلموں کے ساتھ مصالحت کرنے اور ایک ہی بات پر تمام لوگوں کے اتفاق کا موقع فراہم کرتی ہے، جس سے اس پسماندہ امت کی رگوں میں بہترین اور پاک وصاف تبدیلی کا خون دوڑنے لگتا ہے۔

☆ مناقشہ و تبادلہ خیال کے آداب سے مرتبط ذاتی تنقید کی سوچ: جس کی اہمیت کو تمام فکری رجحانات نے سمجھ لیا ہے اور اس کے ذریعہ اپنے آپ کو ترقی دینے لگے ہیں لیکن اسلامی ذہن رکھنے والے افراد نے اس کو ابھی تک منطبق ہی نہیں کیا ہے بلکہ بعض لوگ اس کو ارتداد میں شمار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے توبہ اور رجوع کرنا ضروری ہے، حالانکہ یہ سوچ مکمل طور پر اسلامی ہے، جس دن یہ جماعتیں خود پسند

ہو جائیں گی، ان کو اپنی غلطیوں کا احساس نہیں ہوگا اور صرف دوسروں کی غلطیوں پر نظر رکھیں گی اور کسی کو اپنی تنقید کی اجازت نہیں دے گی اور وہ خود اپنی تنقید اور تحلیل وتجزیہ کی جرات نہیں کریں گی اس دن ان جماعتوں کو اپنے انجام پر خوف کرنا چاہیے، کانفرنسوں اور خصوصاً طلباء اور نوجوانوں کی کانفرنسوں میں اس رجحان کو پنپایا جاتا ہے اور اس کو ترقی دینے کی دعوت دی جاتی ہے، جلد ہی اس رجحان کی قدر وقیمت، اس کی برکت اور اثر کا اندازہ ان جماعتوں کو بھی ہو جائے گا۔

۶۔ بہت سی کانفرنسوں میں قراردادیں اور تجاویز بند کمروں میں طے کی جاتی ہیں اور کانفرنس میں موجود تمام شرکاء کے سامنے ان کو اچانک پیش کیا جاتا ہے، اگر ان نتائج کو بعض اصول پسند لوگ قبول بھی کر لیتے ہیں تو دوسروں کو اپنی حق تلفی اور اپنی موجودگی وعدم موجودگی دونوں کے یکساں ہونے، اپنے دوسرے نمبر کے شہری ہونے اور کانفرنس کے ساتھ ان کا تعلق سطحی ہونے کا احساس ہوتا ہے، بلکہ کبھی نتائج مکمل طور پر منفی سامنے آتے ہیں، اس طریقہ کار کو بدلنے اور کانفرنس میں موجود تمام افراد کو بغیر دباؤ اور کسی کے حکم کے بغیر اپنی بات کہنے کا حق دینے کی ضرورت ہے، اس صورت میں ہم دوسروں کے ووٹوں کے ساتھ دل بھی جیت سکتے ہیں۔

۷۔ ہم پر عجیب وغریب احساس غالب رہتا ہے کہ ہر فیڈریشن، پارٹی اور عام سرگرمیوں میں اسلام پسند افراد ہی کا مکمل غلبہ اور قبضہ ہونا چاہیے (سب کچھ یا کچھ بھی نہیں کا اصول) خدا کی قسم یہ سیاست، ذہانت اور مصلحت کے خلاف ہے، صحیح بات یہ ہے کہ تمام سیٹوں پر قبضہ کرنے کا منصوبہ نہ بنایا جائے بلکہ کوشش یہ کی جائے کہ انتظامی کمیٹی میں تمام رجحانات

کی نمائندگی ہو (شرکت کا اصول ہو غلبہ کا اصول نہ ہو) کیونکہ ان لوگوں کے قریب سے تبادلہ خیال کا موقع ملنا دور سے ان کی دشمنی کے مقابلہ میں بہتر ہے۔

کانفرنس کا مطلب یہ ہے، دعوت اور داعی کی زندگی میں اس کی بڑی اہمیت ہوتی ہے، ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اس پر توجہ دیں اور پورے بھروسہ واعتماد اور توجہ کے ساتھ اس کو منعقد کریں، یہ بات بھی نہیں بھولنی چاہیے کہ فلسطین پر قبضہ کرنے سے پہلے اسرائیل کا قیام ایک کانفرنس میں طے ہوا تھا، بہت سی انقلابی تحریکات کی ابتداء کانفرنس ہی سے ہوتی ہے پھر وہ اپنے آپ کو ثابت کرتی ہیں۔

۶۔ اسفار

عمل طلابی اور شبابی سے منسلک شخص کے لیے سفر ضروری ہے، اسی طرح کمیٹیوں، کانفرنسوں اور کیمپوں کی نگرانی، ان میں شریک ہونے، محاضرہ دینے یا ان کا انتظام کرنے والے کے لیے بھی سفر ضروری ہے، بنیادی طور پر سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے، بہت سے موقعوں پر مسافر کو تھکن اور پریشانی کا احساس ہوتا ہے، اس کو ہر طرف سے مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اسی وجہ سے ہم ان بھائیوں کو مندرجہ ذیل امور اور ہدایات کی وصیت کرتے ہیں جو مسلسل سفر میں رہتے ہیں

۱۔ بہت دنوں پہلے ہی اپنے سفر کی منصوبہ بندی کریں، ویزا کا بندوبست کریں اور مناسب فلائٹ پر اپنا ٹکٹ بک کرائیں، جہاں کا سفر ہو وہاں کے لوگوں سے رابطہ کر کے اپنے آنے کے وقت کے بارے میں بتادے تا کہ وہ ائیر پورٹ پر استقبال کے لیے آئیں اور حتی الامکان قیام اور پروگراموں کا انتظام کریں، ان تمام امور سے

مسافر کو بڑا تعاون ملتا ہے اور اس کا بڑا وقت بچ جاتا ہے۔

۲۔ سفر کا کوئی واضح مقصد ہو، رفقاء کار اور ساتھیوں سے متعارف ہونے کے لیے، محاضرہ دینے کے لیے یا محاضرہ سننے اور تبادلہ خیال کے لیے یا کسی کانفرنس یا کیمپ کے انتظام کے لیے وغیرہ، کیونکہ ان میں سے ہر ایک قسم کے سفر کے لیے الگ الگ تیاری کرنی پڑتی ہے اور اپنے ساتھ ضروری وسائل، دستاویزات اور کاغذات رکھنے پڑتے ہیں۔

۳۔ سفر زندگی کے مدرسہ کا بڑا اہم موضوع ہے، اسی وجہ سے مسافر کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی یادوں کی ڈائری میں سفر کے مناظر، تاریخ اور اس سے متعلق چیزوں کو نوٹ کرلے، مثال کے طور پر جب بیس سال بعد ان یادوں پر مشتمل ڈائریاں جمع ہو جائیں گی تو زندگی کے مدرسہ کے اسفار مل کر بہت بڑا سفر بن جائے گا۔

۴۔ مسافر، افراد سے رابطہ کرنے، ان سے متعارف ہونے، ان کے پتے لینے اور ان کے ساتھ گھل مل جانے کے لیے اپنے وقت کو غنیمت جانے، اگر کانفرنس کے ذمہ داران اس کے لیے دوسرے نمائندوں کے مقابلہ میں اچھے کھانے، پینے یا قیام کا بندوبست کریں تو اس پر راضی نہ ہو، ضروری یا خاص حالات ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

۵۔ بہت سے موقعوں پر مسافر ائیرپورٹ پر اپنی فلائٹ کے انتظار میں گھنٹوں گزار دیتا ہے، اس وقت کو ضائع ہونے سے بچانے کے لیے اس کی پہلے سے منصوبہ بندی کرنا اور مطالعہ وغیرہ سے اس سے استفادہ کرنا ضروری ہے، میں بہت سے ایسے افراد سے واقف ہوں جنہوں نے اس طرح کے ضائع ہونے والے اوقات سے استفادہ کر کے اپنے مقالے، محاضرات اور کتابیں تحریر کی ہیں۔

۶۔ جس ملک کا آپ سفر کررہے ہیں یا جہاں سے گزر رہے ہیں وہاں کے جاننے والوں کے پتے اور فون نمبر ضرور لیں، ائیرپورٹ سے ان ساتھیوں اور بھائیوں سے رابطہ کرنا تمہارے سفر کا زائد فائدہ ہوگا۔

سفر میں مشکلات اور تھکاوٹ ہونے کے باوجود اس سے نئی طاقت ملتی ہے اور جذبہ کو نیا خون ملتا ہے، اس کے علاوہ بھی بڑے بڑے فائدے حاصل ہوتے ہیں، اگر اس کی صحیح منصوبہ بندی کی جائے اور سفر کے اوقات سے استفادہ کیا جائے تو اس کے بے انتہا فائدے حاصل ہوتے ہیں، ایک بہت پرانی کہاوت ہے "سفر کرو نئے بن جاؤ"۔

خلاصہ کلام

اپنے اوقات پر اثر انداز ہونے والی چیزوں کے ساتھ بہترین معاملہ کرو:

☆ خطوط ☆ فون ☆ ملاقات

☆ اجلاس ☆ کانفرنس ☆ سفر

۳۔ راحت اور آرام کے لیے وقت

راحت و آرام، دل بہلانے اور ورزشی سرگرمیوں اور کھیلوں پر عام طور پر توجہ نہیں دی جاتی اور اس کو اہم نہیں سمجھا جاتا اور اس کے لیے مناسب اور کافی وقت مخصوص نہیں کیا جاتا، جب ہمارے پروگراموں میں اس کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو اس دلیل و حجت سے اس کو چھوڑ دیا جاتا ہے کہ ہمارے پاس وقت نہیں ہے، اہم کام راحت کے اوقات میں ہو جاتے ہیں اور اس طرح کی دوسری باتیں کہی جاتی ہیں۔

اس موضوع پر تھوڑی بہت روشنی ڈالنا ضروری ہے۔

اسلام کے بعض داعی حضرات یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ ان کے لائق اور ان کی سنجیدگی کے لیے مناسب نہیں ہے اور ان کے اوقات بہت قیمتی ہیں، اس کا کوئی حصہ ورزش کے لیے نکالا نہیں جا سکتا، اگر اس کو نوآموزوں کے لیے جائز کہا جائے تو اہم داعیوں کے لیے اپنا وقت ورزش کے لیے نکالنا جائز ہی نہیں ہے۔

اس طرح کے غلط تصورات کا حقیقت سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے بلکہ یہ سلوکی اور تطبیقی بیماریوں کا ایک حصہ ہے، انتظامی امور کے ماہر علماء کہتے ہیں کہ جب جسم خود تم کو بھوک اور پیٹ خالی کرنے کی ضرورت کا احساس دلاتا ہے تو ایسے ہی کھانے کی طرح ورزش بھی ضروری ہے، اس سے چھٹکارا نہیں، وقت کو منظم کرنے والے کسی بھی منصوبہ کا وہ لازمی جزء ہے، بہت سے کام کرنے والے لوگوں کی کامیابی کا بنیادی

سبب اور راز یہ ہے کہ وہ منظم ورزشی سرگرمیوں اور کھیلوں کے ذریعہ اپنے جسم کی حفاظت کرتے ہیں اور اس پر خصوصی توجہ دیتے ہیں۔

اگر انتظامی امور کے ماہرین یہ بات کہتے ہیں تو ہمارے دین نے دوسرے تمام نظاموں سے پہلے اس پر توجہ دی ہے اور اس کو اپنی تعلیمات کا اہم جزء بنایا ہے، اسی دین نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اپنی اولاد کو تیر اندازی، تیراکی اور گھڑسواری سکھائیں، صرف ایک مرتبہ نہیں بلکہ مسلسل پروگرام کے تحت سکھایا جائے جس میں اولاد اور والدین برابر شریک رہیں، حدیث میں آتا ہے کہ جس نے تیز اندازی سیکھی پھر اس کو بھول گیا تو وہ گنہ گار ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تھوڑی تھوڑی دیر بعد اپنے دلوں کو راحت پہنچاؤ کیونکہ دل کو جب مجبور کیا جاتا ہے تو اندھا ہو جاتا ہے''، اگر دوسرے ادیان کی عبادتیں صرف اذکار اور تلاوت سے عبارت ہیں تو ہمارے دین میں عبادت حرکت سے عبارت ہے، نماز میں حرکت، حج کے حرکات اور رمضان کی راتوں کی عبادت کی حرکت اور قیامت تک چلنے والا جہاد مسلمان کی زندگی کو مسلسل فکری اور جسمانی کاموں میں مشغول رکھتا ہے۔

تھوڑی تھوڑی دیر بعد اپنے دلوں کو راحت پہنچاؤ

۴۔ مسلم نوجوان کا معاشرتی وقت

ہمارے معاشرہ میں ایک غیر معمولی تضاد پایا جاتا ہے اس پر غور و خوض کرنے اور اس کا تجزیہ کرنے کی ضرورت ہے، وہ یہ کہ بہت سے مسلمان داعی حضرات اپنے گھروں اور اپنی اولاد کی تربیت میں کامیاب نہیں رہتے، میں ان لوگوں کا نام لینا نہیں چاہتا، لیکن یہ تضاد نگاہوں کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے اور اکثر داعی اس نقص کے شکار رہتے ہیں، اس تضاد سے ایک مدت بعد اس داعی کو اپنے سامنے، اپنی اولاد کے سامنے اور اپنے معاشرہ کے سامنے رسوا ہونا اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جس کے نتیجہ میں وہ دعوت کے کام سے آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگتا ہے اور اخیر میں گوشہ نشین ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔

میں نے ان ہی جیسے ایک داعی کے ساتھ گفتگو کی، وہ گفتگو میں آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں:

☆ اس طرح کے کاموں کے لیے میرے پاس وقت نہیں ہے، میں نے اس کو بتایا کہ اس کے گھر والوں کا بھی اس پر حق ہے، اس کی اولاد کے اس پر کچھ حقوق ہیں، یہ بات صحیح نہیں ہے کہ تم دوسروں کے بچوں پر توجہ دو اور اپنی اولاد کو راستہ پر چھوڑ دو کہ تم ان کے بارے میں کچھ جانتے ہی نہیں کہ وہ کیا کرتے ہیں اور کیا نہیں تو اس نے جواب دیا:

☆ بچے بڑے ہونے اور بچپن ختم ہونے کے بعد اپنے والد کی پیروی کرتے ہیں، میں

نے اس سے کہا کہ معاشرتی ملاقاتوں سے بیوی اور بچیوں کے سلوک میں تہذیب وثقافت پیدا ہوتی ہے، ان کی اصلاح ہوتی ہے اور خاندان کے افراد ایک دوسرے سے واقف ہوتے ہیں، ملاقات کرنے والوں کے درمیان محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور اس میں گہرائی آتی ہے، اس نے جواب میں کہا کہ ان تعلقات کے لیے وقت کی ضرورت ہوتی ہے، اور اس طرح کے بیکار کاموں کے لیے داعی کے پاس ضائع کرنے کے لیے وقت نہیں رہتا۔

اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟

بچوں کی ہر چیز میں بگاڑ آتا ہے جس کا اثر گھر کے ماحول پر پڑتا ہے، جس کی بدبختی تمام لوگوں میں منتقل ہوتی ہے، یہ بات صحیح ہے کہ ﴿انك لا تهدي من أحببت ولكن الله يهدي من يشاء﴾ "جس کو تم چاہتے ہو ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے"، لیکن کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ ہم ہدایت کے آسمان سے اترنے کے انتظار میں گھروں میں بیٹھے رہیں؟ یا دوسروں کو دعوت دینے سے پہلے اپنے گھر والوں کو دعوت دیں؟ اسی وجہ سے میری رائے ہے کہ ہم حقیقت کی طرف لوٹ آئیں اور اپنی اولاد اور گھر والوں کے لیے ایک وقت متعین کریں اور دعوتی کام کے ساتھ ساتھ معاشرتی اور اجتماعی کام بھی کریں، مریضوں کی عیادت کریں، رشتہ داروں کی ملاقات کریں، بیچارے غریب لوگوں کی دادرسی کریں اور محتاجوں کی ضرورتیں پوری کریں، اس معاشرتی سلوک سے ہمارے دلوں میں نیک اور شریف جذبہ پیدا ہوگا، آج کے زمانہ میں دل جذبات سے خالی ہو چکے ہیں یا خالی ہونے کے قریب ہیں، اس طرح کرنے سے حالات سے بھی واقفیت ہو جائے گی، ہمارے

اکثر داعی خیالوں میں منڈلاتے رہتے ہیں اور ایسی باتیں کرتے ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق ہی نہیں رہتا، اس کا سبب کیا ہے؟ اس کا سبب یہی ہے کہ وہ لوگوں سے دور دور رہتے ہیں اور ان کی مشکلات و مسائل سے واقف نہیں رہتے۔

بیس سالوں سے میری ایک آدمی کے ساتھ دوستی تھی، پھر ہم دونوں جدا ہو گئے میں نے اس کے بارے میں جاننے اور اس کے گھر جا کر ملاقات کرنے کی کوشش کی، ہم دونوں ایک ہی جگہ کام کرتے تھے، میں نے اپنا کام چھوڑ دیا تو اس کے ساتھ میرے تعلقات منقطع ہو گئے، جب میں وہاں کام کرتا تھا تو ہم دونوں کی ملاقاتیں ہوتی رہتی تھی، لیکن اس کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ مجھ سے دور رہا ہے، اگر اچانک کہیں ملاقات ہو جاتی تو میں اس سے ملتا اور گفتگو کرتا، اس نے ایک مرتبہ مجھ سے کہا کہ تم فرقہ پرست ہو، تم اپنے گروہ کے علاوہ دوسرے لوگوں سے ملنا پسند نہیں کرتے اور ان کے علاوہ دوسروں پر بھروسہ بھی نہیں کرتے، میں نے اس سے کہا کہ اسلام اس سے اعلی اور بلند ہے، اس نے کہا: بات تو بھلی ہے لیکن تم لوگ اس کو منطبق نہیں کرتے، جی ہاں، اس دوست کی بات صحیح ہے، ہمارے گروہ اور مزاج کے علاوہ لوگوں سے ہمارے تعلقات منقطع ہو گئے ہیں اور ہم اپنے گروہ کے علاوہ دوسرے لوگوں پر بھروسہ ہی نہیں کرتے، ہمارا خیال ہے کہ ہم ہی حق پر ہیں، اس میں کسی سوال کی گنجائش ہی نہیں کہ کیوں ہم حق پر ہیں؟، اسی طرح ہمارے علاوہ دوسرے باطل پر ہیں، اس میں بھی کسی سوال کی گنجائش نہیں ہے، اس سلسلہ میں بہت سی ہدایات اور تعلیمات تحریری شکل میں ملتی ہیں اور بیانوں میں سننے میں آتی ہیں جن سے اس غلط اصول اور تصور کی تائید ہوتی ہے۔

خود اسلام کے لیے کام کرنے والے افراد کے درمیان بھی تعلقات اچھے نہیں ہیں بلکہ ہر گروہ دوسرے گروہ سے دشمنی اور بغض رکھتا ہے، اس پر الزام لگا تا ہے اور اس میں کام کرنے والے افراد کی نیتوں پر تہمت لگا تا ہے، کبھی آپس میں سلام ہوتا ہے تو کبھی سلام بھی نہیں ہوتا، اور اس کو اللہ کے راستہ میں ثواب کا کام سمجھا جاتا ہے! کون ان طوق سلاسل کو توڑ سکتا ہے؟

ہم میں سے ہر ایک اس طوق کو توڑ سکتا ہے جس کو ہم نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے اور اس کے دائرہ میں محدود ہو گئے ہیں، جب ہم دوسروں سے اخوت و محبت سے پیش آئیں گے تو ہم ان کو اخلاق کے اعتبار سے بہترین اور شریف لوگ پائیں گے اور ہمیں معلوم ہوگا کہ ان کے ساتھ پوری مفاہمت اور کامل اتفاق ہے اور اختلافی نکات کی حیثیت جزئی ہے اور تبادلہ خیال سے اختلاف اور دوری ختم ہو جائے گی جس کے بعد تمام مسلمانوں میں عموماً اور اسلامی ذہن رکھنے والوں میں خصوصاً بھائی چارگی اور محبت عام ہو جائے گی۔

میں اس موضوع کو طویل کرنا اور پھیلانا نہیں چاہتا، لیکن میں یہ بات دوبارہ تاکید کے ساتھ کہتا ہوں کہ داعی کے لیے اجتماعی و معاشرتی تعلقات و روابط کے لیے ایک وقت متعین کرنا ضروری ہے اور یہ بات سمجھنی چاہیے کہ ان ہی تعلقات سے اس کا اسلوب صحیح ہوگا اور اس کا طریقہ کار منضبط ہوگا، اس کی حیثیت ثانوی نہیں ہے اور نہ جائز حد کی ہے بلکہ یہ لازمی ہے جیسا کہ بعض لوگ اس کو ثانوی درجہ دیتے ہیں۔

کیا تمہیں اپنے چھوٹے بچوں کے ساتھ ہنسی مذاق کرنے اور کھیلنے کا تجربہ

ہے؟ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ نبی کریم ﷺ سجدہ کرتے تو حضرت حسن اور حسین آپ کی پیٹھ پر چڑھ جاتے، آپ سجدہ طویل کرتے تا کہ ان کو ناگوار نہ ہو اور اپنی مرضی وخواہش سے ہی پیٹھ سے اتریں، سجدوں کو طویل کر نا نفل نمازوں میں نہیں ہوتا بلکہ جماعت کی نماز میں طویل کرتے تا کہ مسلمانوں کو بھی اس کی تربیت دیں۔

کیا تم نے اس صحابی کے بارے میں نہیں سنا جنھوں نے نبی کریم ﷺ کا بچوں کے ساتھ تعلق، ان کے ساتھ ہنسی مذاق اور ان کو بوسہ دینے کو عیب سمجھتے ہوئے کہا تھا: میرے دس بچے ہیں، میں ان میں سے کسی کو بوسہ نہیں دیتا، اس کے جواب میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: بچوں کے ساتھ ہنسی مذاق کرنے میں بڑوں کے لیے انسیت، خاندان والوں کے لیے تربیت ہے اور یہ خاندان کو نہ ٹوٹنے والی محبت کے بندھن میں باندھتا ہے۔

کیا تم نے اپنی اولاد کے بڑے ہونے کے بعد ان کے ساتھ دوست کی طرح رہنے کی کوشش کی ہے؟ تم کو اپنے اور ان کے معاملات میں بھی مشورہ کرنا چاہیے، وہ تم سے مطمئن ہوں اور تم ان سے، مصنوعی تکلف تمہارے درمیان سے ختم ہو جانا چاہیے، اوامر واحکامات کی جگہ محبت پروان چڑھنی چاہیے، ان کے کچھ حقوق ہیں اسی طرح ان کی کچھ ذمہ داریاں ہیں، جس طرح تم چاہتے ہو کہ وہ اپنی ذمہ داریاں ادا کریں وہ بھی چاہتے ہیں کہ وہ اپنے حقوق حاصل کریں۔

کیا تم نے عورت کے مسئلہ پر توجہ دینے کی کوشش کی ہے؟

اپنی عقل سے یہ بات نکال دینی چاہیے کہ یہ انسان کی پسماندہ نوع ہے،

ہمارے لیے عار ہے، وہ صرف ولادت، شب زفاف اور مرنے کے بعد قبر لے جاتے وقت ہی اپنے گھر سے نکلتی ہے، وہ کسی کام کو کوئی رائے پیش کرنے یا کسی سرگرمی کو انجام دینے میں شریک نہیں ہوسکتی، کیا تمہیں اس بات کا احساس نہیں ہے کہ تم دوسروں سے پہلے اس جاہلی تصور کی اصلاح کرنے کے ذمہ دار ہو تم کو بلند اسلامی آداب کے حدود اور ذوق سلیم اور صحیح قدروں کی کی مکمل حفاظت کرتے ہوئے عملاً نہ کہ قولاً اس نفسیاتی آڑ اور دیوار کو توڑنے کی کوشش کرنی چاہیے؟

کیا تم بیوی کو صرف دنیا کا بہترین متاع سمجھتے ہو، جس کے ساتھ جسمانی طور پر مختلف زاویوں سے لطف اندوز ہوتے ہو، اور اس کو صرف اپنی زندگی کی حسین اور خوشی و مسرت لانے والی چیز، تمہارے گھر اور تمہاری اولاد کی خادمہ سمجھتے ہو؟ یا اس کے ساتھ اسی طرح مشورہ کرتے ہو جس طرح نبی کریم ﷺ مشورہ کیا کرتے تھے، اگر اس کی رائے صحیح ہے تو اس کو مانتے ہو اور اپنے ذہن سے غلط کہاوت کو نکال دیتے ہو ''ان سے مشورہ کرو لیکن اس کے مشورہ کے خلاف کرو''، کیا سخت حالات میں اس کی پناہ لیتے ہو جس طرح نبی کریم ﷺ نے پہلی وحی اترنے کے بعد گھبراہٹ کے عالم میں حضرت خدیجہ کی گود میں پناہ لی تھی، وہ آپ کو دلاسہ دے رہی تھی، مشورہ دے رہی تھی اور بہترین رائے دے رہی تھی؟

کیا تمہارے ذہن میں یہ بات کبھی آئی ہے کہ اس کو دعوت کے میدان میں اور معاشرتی کاموں میں سرگرم عمل ہونا چاہیے، دعوت جس طرح تم پر ضروری ہے اسی طرح اس پر بھی ضروری ہے؟ کیا تم نے اپنے بچوں کی کبھی دیکھ بھال کی ہے تا کہ اس

وقت اس کے لیے مناسب فضا مہیا ہو، جس طرح وہ دوسرے تمام اوقات میں اپنی اولاد اور گھربار کے کاموں میں مشغول رہ کر تمہارے لیے مناسب فضا فراہم کرتی ہے؟

ہمارے گھروں میں ہونے والی غلط تربیت کا اثر ہماری بیویوں اور بچیوں پر پڑا ہے، میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ عورت مجبوراً جو نقاب پہنتی ہے اس کی اسلامیت ظاہر کرنے کے لیے اس کی ضرورت نہیں ہے بلکہ یہ کبھی اس کی پسماندگی کا عنوان بن جاتا ہے۔

کیا تم نے اس عورت کا واقعہ نہیں سنا جس کے والد اپنے چچازاد بھائی کے ساتھ اس کا عقد کر دیتے ہیں تو وہ اس کو قبول نہیں کرتی اور رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنا قضیہ لے کر پہونچتی ہے تو رسول اللہ ﷺ اس کے شرف اور کرم کا احترام کرتے ہوئے یہ نکاح فسخ کر دیتے ہیں؟ جب وہ آتی ہے تو کہتی ہے: میں اپنی مسلمان بہنوں کو بتانا چاہتی ہوں کہ وہ اس معاملہ میں صاحب الرائے ہیں اور شریعت ان کی رائے کا احترام کرتی ہے۔

کیا تم نے نہیں سنا اور نہیں دیکھا کہ زندہ جاوید مسلم عورتیں کیسے زندگی گزارتی ہیں؟ انہوں نے کیا کہا؟ وہ تمام کاموں میں مردوں کے شانہ بشانہ کیسے شریک ہوئیں؟ ان کی تربیت کیسے ہوئی؟ ہم اس طرح کی نسل چاہتے ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ داعی اس کے لیے کوشش کریں اور اپنے وقت کا ایک حصہ اس کے لیے بھی مخصوص کریں۔

کیا تم اپنے والدین اور اپنے رشتہ داروں کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟ حالانکہ قریبی رشتہ دار بھلائی اور خیرخواہی کے زیادہ حقدار ہیں" جو اس بات کو پسند کرتا

ہے کہ اس کے رزق میں وسعت دی جائے اور اس کی عمر میں اضافہ کیا جائے تو اس کو صلہ رحمی کرنا چاہیے'' (بخاری) کیا تم اپنے پڑوسیوں کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟ حالانکہ پڑوسی کا اکرام ایمان کا جزء ہے۔

کیا تم ان کی خوشی اور غمی میں شریک ہوتے ہو؟ اگر تم ان کی خوشیوں میں شرکت کرو گے اور ان کے غمی کے موقعوں پر حاضر رہو گے تو اپنی بات اور زبان سے پہلے اپنے دل اور عمل سے ان کا دل جیت لو گے۔

اے میرے داعی بھائیوں!

یہی الٰہی دعوت ہے، وہ آج کمزور گروہ بندی کی تصویر ربانی دعوت نہیں ہے جو ہم کو اس کے دائرہ میں محدود کر دیتی ہے، یہ اس عظیم دعوت کی مسخ شدہ تصویر ہے جس کی نداء رسولوں اور مصلحین نے لگائی تھی۔

اپنا ایک وقت متعین کیجیے:

اپنی بیوی کے لیے...... اپنی اولاد کے لیے...... اپنے والدین کے لیے...... اپنے رشتہ داروں کے لیے...... اپنے پڑوسیوں کے لیے اور اپنے دوستوں کے لیے

۵۔ سونے کا وقت بھی مرتب رہنا چاہیے

نیند کے لیے ہمارے وقت کا بہت بڑا حصہ درکار ہے، اسی لیے وقت کو منظم کرتے وقت نیند پر بھی توجہ دینا ضروری ہے، اگر نیند کا نظام اچھے انداز میں مرتب کیا جائے تو باقی وقت کو جس طرح چاہے آسانی سے منظم کیا جا سکتا ہے، تم سوال کر سکتے ہو کہ کیا مجھے کم سونا چاہیے تا کہ میرے پاس کام کے لیے زیادہ وقت بچے؟ ہرگز نہیں، یہ طریقہ کار غلط ہے، حقیقت یہ ہے کہ سونے کے لیے زیادہ وقت دیا جائے تا کہ کام بہترین اور عمدہ انداز میں انجام پائے، اپنے حق میں اور دوسروں کے حقوق میں کوتاہی اور بہت بڑی غلطی یہ ہے کہ نیند کے اوقات میں کمی کی جائے کیونکہ اس سے اجتماعات اور اجلاسوں میں نیند آتی ہے، اگر نیند کو پورا وقت نہیں دیا جائے گا تو کسی کام میں شرکت مکمل صلاحیت اور استحضار کے ساتھ نہیں ہوگی کیونکہ تم نے بدن اور عقل کو ان کی ضرورت کے مطابق راحت اور نیند کا موقع نہیں دیا ہے۔

بہت سی اہم میٹنگیں ہوتی ہیں جن پر کسی تحریک یا جماعت یا امت کا انجام موقوف رہتا ہے اس میں تم شرکت کے لیے اس حال میں جاتے ہو کہ تم کئی دنوں سے سوئے نہیں ہو، تمہارا جسم تو اس میں حاضر رہے گا لیکن عقل اور ذہن غائب رہیں گے، اگر تم سے کوئی رائے پوچھی جائے گی تو خاموش رہو گے، اس لیے کہ تم رائے دینے پر قادر ہی نہیں ہو، ہمیں سوچنا چاہیے کہ سویا آدمی کیا بول سکتا ہے؟ کتنے ہی ایسے

واقعات پیش آتے ہیں کہ کسی کی گاڑی ستون سے ٹکرا گئی یا سمندر یا ندی میں گر گئی جس کے نتیجہ میں وہ بھی ہلاک ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھی بھی، اس لیے کہ اس کو جتنے آرام کی ضرورت تھی اتنا آرام نہیں کیا اور جتنا سونے کی ضرورت تھی اتنا سویا نہیں۔

امریکی اخبارات میں ایک رپورٹ شائع ہوئی تھی کہ مصری صدر انور سادات اور اسرائیلی وزیر اعظم بیگن جب امریکہ آتے تو دونوں کے درمیان بڑا فرق پایا جاتا ہے، ان اخبارات نے لکھا کہ بیگن اپنے امریکہ پہونچنے کے بعد ایک دن آرام اور تفریح میں گزارتا اور دوسرے دن یہودی خاندانوں کے سربراہوں کے ساتھ ملاقات کرتا پھر تیسرے دن امریکی صدر سے ملتا، لیکن سادات جو امریکیوں کے سامنے ناقص پلاٹ کا احساس کرتا ہے تھکا ماندہ بیمار پہونچنے کے باوجود اپنے پہونچنے کے دو گھنٹے بعد ہی امریکی صدر سے ملاقات کرتا، اس کے بعد امت کے حالات اور قوم کے انجام کے بارے میں گفتگو کرتا ہے، یہی فرق ہوتا ہے اس شخص کے درمیان جو بلند پلاٹ کا احساس رکھتا ہے اور اس شخص کے درمیان جو ناقص پلاٹ رکھتا ہے۔

ترکی میں ستمبر ۱۹۸۰ء کے انقلاب کے بعد نجم الدین اربکان کو جیل سے نکلنے پر مبارکباد دینے اور ان کے حالات سے واقف ہونے کے لیے میں ان سے ملاقات کے لیے گیا، وہ اس زمانہ میں لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل کسی دور جگہ رہتے تھے، میں ان کے پاس تھکا ماندہ مغرب کی اذان کے وقت پہنچا، میں فوراً ملاقات کر کے اسی شام واپس ہونا چاہ رہا تھا، انہوں نے ملاقات سے انکار کیا اور کہا کہ پہلے ہوٹل جاؤ گرم پانی سے نہاؤ کل صبح دس بجے ملاقات ہوگی۔

انتظامی امور کے ماہرین کامیاب لوگوں کو بھرپور نیند کی صلاح اور ترغیب دیتے ہیں، اسی طرح ان کو صبح سویرے یا رات کے آخری پہر دو یا تین گھنٹے اہم کاموں اور امور کی انجام دہی کے لیے مختص کرنے کا مشورہ دیتے ہیں، ان اوقات میں انسانی ذہن سب سے زیادہ صاف اور چست رہتا ہے اور اس کی مثال میں برطانوی وزیر اعظم بٹ چرچل کو پیش کرتے ہیں کہ وہ اپنے اہم اور بڑے کام رات کی آخری ساعتوں میں کرتا تھا۔

ہمارا خیال ہے کہ یہ نظریہ غلط ہے کیونکہ جوانسان رات کو دیر سے سوتا ہے وہ لازمی طور پر صبح کی اولین ساعتوں سے محروم ہو جائے گا بلکہ رات دیر گئے اس کی ذہن بھی پورا دن سخت کام میں مشغول رہنے کی وجہ سے چست نہیں رہے گا، صحیح بات یہ ہے کہ انسان جلدی سوئے اور صبح سویرے جاگ جائے، اسی صورت میں اس کا صبح کا وقت بابرکت اور بہترین وقت ہوگا، جس وقت وہ ذہنی صفائی کی بلندی پر ہوگا اور نفسیاتی طور پر مکمل تیار رہے گا۔

میں نے ایک اسلامی مصنف سے پوچھا کہ وہ اپنی کتابیں کس وقت تصنیف کرتا ہے، وہ آدمی بہت مشغول رہتا ہے اور اس کے ذمہ بہت سے کام رہتے ہیں، اس نے مجھ سے کہا: فجر کی نماز کے بعد۔

تحقیقات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اکثر مصنفین، رائٹرس و نامہ نگار اہم موضوعات پر صبح کی اولین ساعتوں میں لکھتے ہیں، ہم مسلمانوں کو ہمارے نبی کریم ﷺ کے ارشادات اور توجیہات میں بھی اس کی رہنمائی ملتی ہے، آپ نے فرمایا:

اے اللہ میری امت کو صبح کی اولین ساعتوں میں برکت عطا فرما" (احمد)۔

ایک بزرگ کا قول ہے: "مجھے طلوع شمس کے بعد صبح کی نماز پڑھنے والے شخص پر تعجب ہوتا ہے کہ اس کو روزی کیسے ملتی ہے"

نیند اللہ کی نعمت ہے

نیند اللہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے، اور دنیا میں اس کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے ﴿وھو الذی یتوفاکم باللیل ویعلم ما جرحتم بالنھار﴾ (الانعام ٦٠) وہی تم کو رات کے وقت وفات دیتا ہے اور تم دن میں جو کرتے ہو اس کو جانتا ہے۔ ﴿اللہ یتوفی الانفس حین موتھا﴾ (الزمر ۴۲) اللہ انسانوں کو ان کی موت کے وقت وفات دیتا ہے۔

اللہ تعالی نے نیند کو انسانی عقل اور بدن کے لیے مشقت و محنت اور تھکن کے بعد آرام کا سامان بنایا ہے تاکہ وہ ازسرنو چست ہو کر اپنی زندگی کی گاڑی آگے بڑھائے، انسان کے لیے ہر چیز کی طرح اپنی نیند کو بھی حتی الامکان پورا وقت دینا چاہیے۔

اس نعمت سے فائدہ اٹھانے کے لیے مندرجہ ذیل امور کی پابندی کرنا ضروری ہے:

☆ اگر جاگنے کی کوئی وجہ نہ ہو تو حتی الامکان جلدی سونا چاہیے۔

☆ صبح کی اولین ساعتوں سے فائدہ اٹھانا چاہیے کیونکہ اس میں برکت اور رحمت ہے، ان ہی اوقات میں انسان اہم کام انجام دے سکتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا جب کہ وہ چاشت کے وقت سوئی ہوئی تھیں: "عائشہ! جاگ جاؤ کیونکہ اسی وقت روزی تقسیم کی جاتی ہے"۔

☆ دن کے درمیانی حصہ میں قیلولہ کرنا جسم کے لیے مفید ہے اور اس سے چستی ونشاط حاصل ہوتا ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''قیلولہ کیا کرو کیونکہ شیاطین قیلولہ نہیں کرتے''

بعض غیرملکی کمپنیاں اپنے اسٹاف اور ملازمین کو ظہر کے وقت اپنے ہی دفتروں میں آرام کرنے کا موقع دیتی ہے کیونکہ ان کو معلوم ہو چکا ہے کہ کام کے دوران نیند سے بچنے کے لیے سب سے بہتر حل یہی ہے۔

صبح کی اولین ساعتوں کو مندرجہ ذیل چیزوں میں لگا کر فائدہ اٹھایئے:

☆ قرآن کی تلاوت اور حفظ میں

☆ صبح کے اذکار میں

☆ مذاکرہ اور کتابوں کے استیعاب میں

☆ اہم کاموں کی انجام دہی میں

۶۔ ہنگامی حالات اور ہنگامی مسائل

ہنگامی حالات اور وقت بوقت پیش آنے والی مشکلات زندگی کی نشانی ہے، جب تک انسان کام کرتا رہتا ہے اس کو مشکلات کا سامنا رہتا ہے، جس انسان کو مشکلات کا سامنا نہیں رہتا وہ وہی انسان ہو سکتا ہے جو کام نہیں کرتا، منصوبہ بندی سے ان مشکلات کو کم کیا جا سکتا ہے اور اس کو حل کرنے میں مدد مل سکتی ہے لیکن مشکلات کا سامنا رہتا ہی ہے، انسان کے لیے اپنے منصوبہ میں مشکلات کے حل کا پروگرام بھی بنانا ضروری ہے۔

تحقیقات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ عبقری لوگوں میں تین اوصاف مشترک رہتے ہیں، اس پر ہم نے پچھلے صفحات میں تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، اس کے علاوہ بھی بعض مشترک اوصاف ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ ان کے پاس مشکلات کے حل کے لیے منظم طریقہ کار رہتا ہے۔

۲۔ وہ مشکلات کو اس نقطہ نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ ان کا قابل نفاذ منطقی حل پایا جاتا ہے

۳۔ وہ منفی امور سے اعراض کرتے ہیں اور مثبت امور کا التزام رکھتے ہیں، کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ مشکلات چیلنج، صلاحیتوں کے اظہار اور تجربات حاصل کرنے کا موقع ہے

۴۔ اچھے انداز میں مشکلات کی تعیین: تحقیقات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ۵۰ فیصد مشکلات ان کی وضاحت اور تشریح و تعیین سے ہی حل ہو جاتی ہیں۔

۵۔ ان اسباب وو جوہات سے واقف ہونا جن کی وجہ سے مشکلات پیش آتی ہیں،

اس سے ۲۰ فیصد مشکلات ختم ہو جاتی ہیں۔

۶۔ تمام ممکنہ حل پیش کیا جائے، شروع ہی سے غلط یا صحیح ہونے کا فیصلہ کیے بغیر تمام حلوں کو لکھنا چاہیے۔

۷۔ جب کسی حل کا انتخاب کیا جائے تو اس کو اپنی گفتگو کا موضوع بنانا چاہیے، کامیاب لوگ ہمیشہ حلوں کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں اور ناکام لوگ ہمیشہ مشکلات کا راگ الاپتے ہیں۔

۸۔ پختہ حل کی تجویز کو اپنایا جائے، کم درجہ کی تجویز جو کمال کے درجہ تک نہ پہنچے اس کے مقابلہ میں کسی تجویز کا نہ ہونا بہتر ہے۔

۹۔ تجویز اختیار کرنے کے لیے مناسب وقت متعین کیجیے، ۸۰ فیصد تجاویز فوراً اختیار کی جاتی ہیں، اگر اس طرح نہیں کر سکتے تو تجویز اختیار کرنے کا آخری وقت متعین کیجیے۔

۱۰۔ تجویز کی ذمہ داریاں تقسیم کیجیے۔

۱۱۔ مشکل مسئلہ کے حل کے لیے وقت متعین کیجیے اور اس سے جلد چھٹکارا پائیے۔

آخری بات

یہ چند سرسری نوٹس ہیں جن کو ہم نے ایک مسلمان کی زندگی میں وقت کی قدر و قیمت سے متعلق پیش کیا ہے، نبی کریم ﷺ نے ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: عقل مند کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے دن کے چار حصے کر لے:

☆ ایک وقت اپنے رب کے ساتھ مناجات کے لیے

☆ ایک وقت اپنے نفس کے محاسبہ کے لیے

☆ ایک وقت اللہ کی کاریگری میں غور و خوض کے لیے

☆ ایک وقت اپنی ضرورتوں کھانے پینے کے لیے (۱)

کیا داعی حضرات اس سے متنبہ ہو کر پہلی فرصت میں منصوبہ بندی کریں گے اور اپنے ہر کام کا حساب رکھیں گے؟ کیونکہ امت مسلمان کے کردار کی منتظر ہے اور پوری دنیا ان کے کردار کی محتاج ہے۔

اللھم انا نسألك صلاح الساعات والبركة فى الاوقات (۲)

اے اللہ ہم تجھ سے اوقات کی بہتری طلب کرتے ہیں اور اوقات میں برکت مانگتے ہیں

---

(۱) ابن حبان نے ابوذر طویل سے اس کو روایت کیا ہے (الفاظ ان ہی کے ہیں) اور حاکم نے کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے جیسا کہ ترغیب میں ہے (الوقت فی الحیاۃ تالیف: یوسف قرضاوی ص ۱۹ سے یہ منقول ہے)۔

(۲) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس دعا کو بار بار پڑھتے تھے۔